الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون

نور حق ظاہر بود اندر ولی
نیک بین باشی اگر اہل دلی

ہزاراں ہزار شکر اس رب کریم کا جس کے فضل و احسان و توفیق کارسازی سے

کتاب مستطاب

مسمیٰ بہ

تذکرۃ الولی

یعنی ذکر خیر حضرت مولٰنا محمد علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
بمعہ غزلیات فارسی و ابیات ہندی

اخفر الانام سراپا آلودہ غفلت و عصیان نیاز آگیں محمد الدین مکھڈی
کی وساطت سے مطبع شمس ملتان شہر میں چھپی غفرلہ الاحد اور
مکھڈ ضلع کیمبل پور سے شائع ہوئی

الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیہم ولا ہم یحزنون

نور حق ظاہر بود اندر ولی　　نیک بیں باشی اگر اہل دلی

ہزاراں ہزار شکر اس رب کریم کا جس کے فضل و احسان و توفیق و کارسازی سے

کتاب مستطاب

مسمّٰے بہ

تذکرۃ الولی

یعنی ذکر خیر حضرت مولٰنا محمد علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
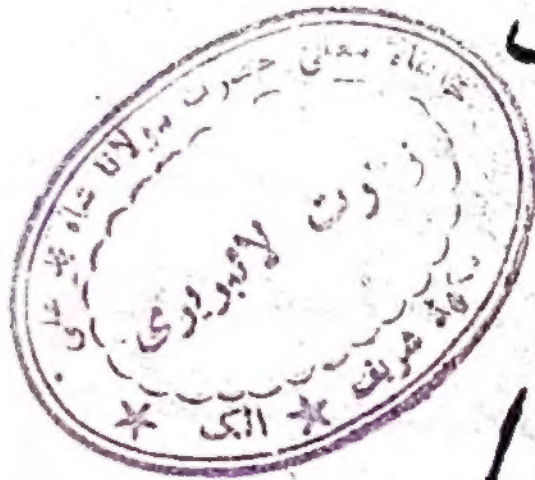
بمعہ غزلیات فارسی و ابیات ہندی

احقر الانام سراپا آلودہ غفلت و عصیان نیاز آگیں محمد الدین مکھڈی

کی وساطت سے مطبع شمس ملتان شہر میں چھپی

مکھڈ ضلع کیمبلپور سے شائع ہوئی

فللہ الحمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ نَوَّرَ الْعَالَمَ شَرَفًا وَّ غَرْبًا بِاَنْوَارِ حَبِیْبِہٖ وَ نَبِیِّہٖ مُحَمَّدِنِ الْمُصْطَفٰی وَاَظْهَرَ کَمَالَہُ الذَّاتِیَّ وَالصِّفَاتِیَّ بِوُجُوْدِ اَوْلِیَاءِہٖ وَاَصْفِیَاءِہٖ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنْهُ الْحُسْنٰی وَاَعْلٰی دَرَجَۃَ الْمُحِبِّیْنَ الصَّادِقِیْنَ الْمُتَّبِعِیْنَ بِرِضْوَانِ اللّٰہِ بِقَوْلِہٖ عَزَّ وَجَلَّ هُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ اللّٰہِ وَهُوَ الْعَلِیُّ الْاَعْلٰی وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ دَنٰی فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی وَعَلٰی اٰلِہٖ الْاَتْقِیَا وَاَصْحَابِہٖ الْاَصْفِیَاءِ الَّذِیْنَ هُمْ نُجُوْمُ الْاِهْتِدَاءِ وَبِهِمْ یُقْتَدٰی اَمَّا بَعْدُ فَهٰذَا تَذْکِرَۃٌ نَافِعَۃٌ لِمَنْ کَانَ لَہٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ وَهُوَ شَهِیْدٌ مُخْبِرَۃٌ عَنْ اَحْوَالِ الْوَلِیِّ الْحَمِیْدِ ؛ طالبانِ حق و محبانِ اہلِ حق پر واضح ہو کہ حضرت شمس العارفین سراج الواصلین قطب الکاملین فخر العاشقین والمعشوقین محب النبی حضرت مولٰنا محمد علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذاتِ گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ مولٰنا روم فرماتے ہیں ؎

آفتاب آمد دلیل آفتاب ، گر دلیلت بایدا زوے رو مے متاب

لیکن حضرت ممدوح کے حالات وسوانح حیات پردۂ اخفاء میں تھے، خصوصاً موجودہ دور میں پردۂ خفا زیادہ غلیظ ہوتا جا رہا ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ اس وقت سے کچھ عرصہ پہلے وہ لوگ موجود تھے جنھوں نے حضرت زینت الاولیا یعنی ذاتِ گرامی حضرت خواجہ زین الحق والدین رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کی صحبت سے فیض حاصل کیا۔ اور حضرت مولٰنا کے حالات وملفوظات آپ کی زبانِ مبارک سے سنے، بعد میں وہ لوگ جنھوں نے ان لوگوں سے سنے، وہ لوگ اب تقریباً ختم ہو چکے ہیں۔ اب ان حالات کو سنانے والے قلیل کالمعدوم ہو گئے۔ دوسرے اب زمانہ نے نئی روش اختیار کرلیں۔ اس طرف توجہ کرنے والے اور اولیاء اللہ کے حالات وکرامات کے متلاشی بھی بہت کم نظر آنے لگے۔ اور حضرت مولانا کے حالات اور کمالات پر مشتمل کوئی کتاب بھی نہیں لکھی گئی۔ مولوی عبدالنبی صاحب رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ ساکن بھوئی گاڑنے جوکہ حضرت زینت الاولیا کے مخلص غلاموں میں سے تھے، حضرت زینت الاولیاء کا ملفوظ مسمّٰی بہ "تَذْکِرَۃُ الْمَحْبُوْبْ" زبانِ فارسی میں لکھا۔ اس میں حضرت مولٰنا کے بعض سوانح حیات ملتے ہیں۔ لیکن ایک تو وہ ملفوظ شریف زبانِ فارسی میں ہے، ہر شخص اس سے فائدہ حاصل نہیں کرسکتا۔ دوسرے، وہ حالات کسی ترتیب سے مذکور نہیں، فارسی داں بھی جب تک سارے مجموعہ کو مطالعہ نہ کرلیوے، پورا فائدہ نہیں اُٹھا سکتا۔ لہٰذا احقر العباد ہیچ مداں سراپا آلودہ غفلت وعصیان محمد الدین خلف نا خلف حضرۃ مولٰنا غلام محی الدین احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے لئے ذریعہ نجات و طریق وصول سعادت دارین اس امر کو سمجھا کہ حضرت مولٰنا کے وہ حالات جو تذکرۃ المحبوب میں مسطور ہیں اور جو راقم آثم نے اپنے پیرو مرشد حضرت والد بزرگوار کی زبانِ مبارک سے سنے یا کہ اور معتبر ذرائع سے معلوم ہوئے، ان

مدینا کو ترتیب وار اردو زبان میں کتاب کی صورت میں جمع کیا جاوے۔ تاکہ شاید کوئی طالبِ حق و محبِ صادق اہلِ حق اسی سے فائدہ اُٹھاکر راقم آثم کو دعائے خیر سے یاد و شاد فرماتے رہوے۔ اور راقم آثم کیلئے ذریعہ مغفرت و نجات ہوجاوے۔ اِنّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَلِکُلِّ اَمْرِیٍٔ مَّا نَوٰی

غرض نقشے است کز ما یاد ماند | کہ ہستی را نمی بینم بقائے
مگر صاحبدلے روزے برحمت | کند بر حال محتاجے دعائے

مخفی نہ رہے کہ اصل مقصد کے شروع کرنے سے پہلے چند امور ضروریہ کو ایک مقدمہ میں ذکر کرنا ضروری ہے۔ تاکہ طالب صادق اولیاء اللہ کے ساتھ اعتقاد صحیح و محبت صادق پیدا کر کے ان کے سوانح حیات کا مطالعہ کرے۔ تاکہ اس کو فائدہ کامل حاصل ہو وباللہ التوفیق وبیدہ اَزِمَّۃُ التحقیق وَھُوَ حَسْبِیْ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ

مقدمہ

طالب حق پر یہ امر مخفی نہ رہے کہ اہل سنت والجماعت کے عقائد سے یہ ایک مسلمہ عقیدہ ہے کہ کرامات الاولیاء حق یعنی کرامات اولیاء اللہ کی برحق صحیح وثابت ہے ۔ اب اس امر کے جاننے کی ضرورت ہے کہ کرامت کیا چیز ہے اور ولی کون ہے ۔ جاننا چاہیئے کہ ولی کا معنی لغت[1] عرب میں قریب ہے ۔ اور یہاں ولی سے مراد ولی اللہ ہے ۔ اللہ تعالیٰ کلام پاک میں فرماتا ہے اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ (ترجمہ) خبردار ہو جاؤ اور ہوش و عقل کو سمیٹ کر اس طرف متوجہ ہو جاؤ کہ بیشک اولیاء اللہ کو آخرت میں کوئی خوف و حزن نہ ہوگا پھر بیان فرماتا ہے کہ اولیاء اللہ کون لوگ ہیں ۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے ایمان کامل اور تقویٰ کامل کو جمع کر لیا یعنی جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے لایا سب پر انہوں نے ایمان لایا ۔ اور تقویٰ کے سب مراتب کو جمع کیا کیونکہ تقویٰ کے تین مراتب ہیں ۔ پہلا بچنا شرک سے ، دوسرا بچنا گناہ سے ۔

---

[1] لغت کے لحاظ سے ولی اللہ کے معنی ہوئے ۔ اللہ تعالیٰ کے قریب ہونے والا ۔ اللہ کا تقرب حاصل کرنے والا ایک بزرگ فرماتے ہیں :-

"قرب نے بالا و پستی رفتن است ؛ بلکہ از پندار ہستی رستن است ۔"

یعنی قرب اللہ کے یہ معنی نہیں کہ آدمی کسی نیچی منزل سے اوپر چلا جاتا ہے ۔ بلکہ یہ معنی ہے کہ وہ شخص اللہ تعالیٰ کی ہستی میں اپنی ہستی فنا کر دیتا ہے ۔ اور اپنی ہستی موہوم کے خیال سے فارغ ہو جاتا ہے ۔

تیسرا جمیع ماسوی اللہ سے پرہیز و احتراز کرنا۔ یعنی انہوں نے اپنے آپکو شرک جلی و خفی سے بچایا۔ اپنے اقوال و افعال کو گناہوں سے بچایا۔ اپنے قلب و سر کو توجہ الی ماسوے اللہ سے بچایا، وہ کامل متقی ہو گئے، پھر ان میں بسبب تفاوت استعداد کے درجات متفاوتہ ہیں۔ وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلَيْهِمْ خلاصہ یہ کہ اولیاء اللہ ایمان کامل والے اور تقوی حقیقی سے متصف لوگ ہیں۔ اِس قدر اولیاء اللہ کی تعریف تو کلام اللہ شریف سے مستفاد ہوئی۔ احادیث شریعہ اور اقوال سلف صالح میں اولیاء اللہ کے اور صفات بھی مذکور ہیں چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہ فرماتے ہیں کہ وہ زرد منہ والے ہیں بہ سبب بیخوابی کے خالی پیٹ والے ہیں بہ سبب بھوک کے خشک ہونٹھ والے ہیں بسبب تشنگی کے۔ سعید ابن جبیرؓ فرماتے ہیں کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کے دیکھنے سے اللہ یاد آجاوے۔ بعض فرماتے ہیں کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کا مقصد صرف اللہ ہے۔ انکا شغل صرف اللہ کے ساتھ ہے اور ہر چیز سے بھاگ کر اللہ کی طرف آتے ہیں۔ اللہ کے مشاہدہ میں باقی ہوکر اپنے احوال سے فانی ہوجاتے ہیں۔ رسالہ قشریہ میں ہے کہ ولی اللہ وہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس کے سب امور کا متولی ہوتا ہے۔ اسکو ایک لحظہ اپنے نفس کی طرف نہیں چھوڑتا۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف تقرب کرتا ہے یعنی قریب ہوتا ہے ساتھ دائمی عبادات کے۔ شارح عقائد نے ولی اللہ کی یہ تفسیر کی ہے عارف باللہ یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کو کماحقہ بقدر امکان پہچاننے والا اور طاعات پر مواظبت کرنے والا، سب گناہوں سے بچنے والا اور لذات شہوات میں منہمک ہونے سے دور ہونیوالا پھر اُنکے

درجات حسب تفاوت استعداد متفاوت ہیں۔ اور ان کے حالات و عادات بھی متفاوت ہیں۔ حدیث قدسی میں ہے اَولیائی تحت قبائی لا یَعرفھم سوائی یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے دوست میری قبا کے نیچے ہیں۔ میرے سوا انکو کوئی بھی نہیں پہچان سکتا۔ اِن پر اللہ تعالیٰ بظاہر کوئی ایسا پردہ ڈال دیتا ہے، جسکی وجہ سے لوگ اُنکی ولایت سے بالکل بیخبر رہتے ہیں۔ حضرت محبوب ذی العرش خواجہ اللہ بخش رحمتہ اللہ تعالیٰ عنہ کا ملفوظ مبارک ہے کہ اَولیاء اللہ تین قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک۔ وہ ہیں کہ ان کو خود بھی اپنی ولایت کی خبر ہوتی ہے اور لوگوں کو بھی۔ دوسری قسم وہ ہے کہ اُنکو خود تو علم ہوتا ہے لیکن لوگ اُن کے حال سے بیخبر ہوتے ہیں۔ تیسری قسم وہ ہے کہ نہ انکو اپنی ولایت کا علم ہوتا ہے نہ مخلوق کو۔ مطلب یہ ہے کہ جو صفات لازمہ ولایت ہیں وہ تو ان میں موجود ہوتی ہیں، علیٰ قدر تفاوت الاستعداد ہر بامر اللہ تعالیٰ پھر یا مخلوق پر اپنے آپ کو ظاہر کر دیتے ہیں یا مخفی رکھتے ہیں یعنی کوئی ایسا حیلہ کر لیتے ہیں جسکی وجہ سے لوگ انکو ولی نہ سمجھیں یعنی یا تو ظاہری وضع و لباس درویشانہ نہیں رکھتے یا کوئی ایسا فعل کرتے ہیں جو کہ حقیقت میں گناہ نہیں ہوتا لیکن لوگوں کو گناہ دکھائی دیتا ہے جسکی وجہ سے لوگ اُنسے بدظن ہوتے ہیں اور یہ سب کچھ اللہ تعالےٰ کے حکم سے ہوتا ہے یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ انکو رکھتا ہے اسی طرح رہتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے ماتحت ایسے ہوتے ہیں جیسے میّت غسّال کے ہاتھ میں۔ وہ فانی فی اللہ باقی باللہ ہوتے ہیں۔ اب عقیدہ اہلسنت والجماعت یہ ہے کہ جو لوگ اِن صفات سے متصف ہوں، ان کی کرامات برحق

ہیں ۔کرامت کے معنی مہربانی وعزت افزائی ہیں ۔ اور اصلاح شرع میں اس امر خلاف عادت کا نام ہے جو ایسے نیک اور بزرگ شخص سے ظاہر ہو بشرطیکہ وہ شخص مدعیٔ نبوت نہ ہو ۔ جو خلاف عادت کام مدعی نبوت سے ظاہر ہو اسکو معجزہ کہتے ہیں اور جو کام خلاف عادت کسی بدکار یا کافر سے ظاہر ہو اس کو استدراج کہتے ہیں ۔ حاصل عقیدہ کا یہ ہوا کہ خلاف عادت یعنی وہ کام جو کہ ہر شخص کی قدرت وطاقت سے باہر ہو ۔ مثلاً ہوا پر اڑنا ، دریا پر سے خشک پاؤں سے گذر جانا ۔ کسی پتھر کو سونا کر دینا ۔ ان کی دعا سے لوگونکی مشکلات کا حل ہو جانا ۔ لوگوں کی حاجات کا روا ہو جانا ، غائبانہ امداد کرنا ، دور سے آواز فریاد کرنے والے کی سن لینا ، اپنی آواز اس کو سنا دینا ۔ ہزاروں میل کے فاصلہ سے واقعات پر مطلع ہو کر ان کی فریاد رسی کرنا ۔ جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے کہ سیدنا حضرت امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پندرہ سو میل کے فاصلہ سے اپنے لشکر کو ہزیمت کے قریب دیکھ کر ان کو بچاؤ کا طریقہ بتایا ۔ منبر پر مسجد نبوی میں خطبہ پڑھنے کی حالت میں امیر جیش کو مخاطب کر کے فرمایا یَاسَارِیَۃُ الْجَبَل یعنی اے ساریہ پہاڑ کے ساتھ لگ جاؤ ۔ ساریہ امیر فوج تھا ۔ تو یہ آواز جیسے کہ مسجد نبوی میں حاضرین سن رہے تھے ویسے ہی پندرہ سو میل کے فاصلے پر بغیر کسی آلہ کے لشکر والے بھی سن رہے تھے ۔ ساریہ نے یہ آواز سنکر اس پر عمل کر کے اپنی فوج کو دشمن کے نرغہ سے بچا لیا اور فتحیاب ہو گیا ۔ خلاصہ یہ کہ ایسے امور کا ان بزرگ ہستیوں سے بشرطیکہ دعویٰ نبوت نہو ، ظاہر ہونا یعنی اللہ تعالیٰ کا ان کے ہاتھ پر ایسے خلاف عادت امور کا ظاہر کرنا انکی عزت افزائی

کے لیئے اسکا نام کرامت ہے اور یہ امر صحیح و ثابت ہے اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں، اسکا منکر آیات کریمہ و احادیث صحیحہ کا منکر ہے۔

اہلِ بصیرت پر ظاہر ہے کہ جب ولی اللہ کا مفہوم یعنی وہ مومن متقی جس نے اپنی ہستی اللہ جل شانہ کی ہستی میں فنا کر دی ہو۔ اسکا بولنا، سننا، دیکھنا اُٹھنا بیٹھنا، چلنا، پکڑنا سب کچھ اللہ جل شانہ کے ساتھ ہو، جیسا کہ حدیث قدسی کُنتُ سمعہ و بصرہ بتمامہ اسی مضمون پر دلالت کرتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کا مظہر ہو۔ اور کرامت کے معنی یعنی ولی اللہ کی عزت افزائی کیلئے اللہ جل شانہ کا اسکے ہاتھ پر خلافِ عادت امور کو ظاہر کرنا جو شخص اچھی طرح سمجھ لے۔ اور ذہن نشین کر لیوے تو اس کے نزدیک وہ اعتراضات و شکوک جو موجودہ زمانہ کے علمائے سوء اور انکے جہال متبعین کی طرف سے عائد کئے جاتے ہیں، مثلاً کہتے ہیں کہ اولیاء اللہ ہم جیسے آدمی ہیں۔ اُن کے پاس جانے سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ جو کچھ مانگو اللہ سے مانگو۔ اولیاء اللہ کے پاس حاجات لے جانا اور اُن سے مدد مانگنا شرک ہے۔ وہ ہماری طرح عاجز ہیں کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ وغیرہا من الخرافات خود بخود دفع ہو جاتے ہیں۔ اس لیئے کہ ہم میں اور انمیں بہت فرق ہے

فرق شان ہفتاد سالہ راہ ہیں"

وہ لوگ طاقتِ الٰہی کے مظہر ہیں۔ ان سے مدد مانگنی اللہ سے مدد مانگنی ہے۔ جو کچھ وہ کرتے ہیں، اللہ جل شانہ کی قدرت و طاقت سے کرتے ہیں۔ اور یہ بات بھی سمجھ لینی چاہیئے کہ چونکہ انہوں نے مقصدِ زندگی کو اچھی طرح سمجھ کر

دنیاوی زندگی میں اپنی روح کو کمالاتِ علمی و عملی سے مکمل و مزین کرلیا ہے۔ تو وہ روحِ مقدس جبکہ اس جسمِ ظاہری دنیاوی سے آزاد ہوجاتی ہے اور فِی مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ کا درجہ حاصل کرلیتا ہے۔ تب بھی بسبب اس کے کہ چند عرصہ اسکا تعلق اس جسمِ ظاہری سے رہ چکا ہے اور اسی کی ذریعہ اس نے حصول کمالات کیا۔ اس روحِ مقدس کی خاص نظرِ عنایت اس جگہ پر ہوتی ہے جہاں اسکا جسمِ اطہر مدفون ہے۔ یعنی موضع قبرِ شریف پر۔ لہٰذا قبر شریف پر حاضر ہونے والے اشخاص کو اس روحِ مقدس سے فیض پہونچتا ہے۔ جیسا کہ تجربہ اس پر شاہد صدق ہے اور یہ بات بھی معلوم کرلینی چاہیئے کہ اولیاء اللہ کاملین مکملین سے جو رسوم جاری ہوئے ہیں۔ یعنی جو کام انہوں نے کئے، وہ بمنزلہ عام رسوم کے نہیں بلکہ بمنزلہ سنّت کے ہیں۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ یعنی لازم پکڑو میری سنّت میرے طریقۂ جاریہ کو اور لازم پکڑو میرے خلفاء کے طریقۂ جاریہ کو وہ خلفاء کہ سیدھے راستہ پر چلنے والے ہیں۔ اور ہدایت پانے والے ہیں اور ظاہر ہے کہ وہ خلافتِ راشدہ کہ ظاہر و باطن کو جامع تھی، خلفائے اربعہ رضوان اللہ علیہم اجمعین یا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تسلیم خلافت تک ختم ہوگئی۔ اس کے بعد جب کہ ظاہری خلافت راشدہ کی جگہ امارت نے لے لی، جیسا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان ہے تو خلافتِ راشدہ باطنی کے وارث اولیاء اللہ ہوئے، جو کہ سینہ بسینہ منتقل ہوتی چلی آئی اور قیام قیامت تک رہے گی، جیسا کہ حدیث شریف لَا يَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ

اُمّتِی ظَاھِرِیْنَ عَلَی الْحَقِّ اِلٰی اٰخِرِہٖ اس پر دال ہے۔ علاوہ اس کے اللہ سبحانہٗ کلامِ پاک میں فرماتا ہے وَاتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ یعنی جو لوگ میری طرف رجوع کرنے والے ان کے راستہ کا اتباع کرو۔ ظاہر ہے کہ صفتِ انابت کامل طور پر انھیں حضرات کا حصہ ہے۔ اور عقلِ سلیم بھی اس بات کو تسلیم کرتی ہے کہ چونکہ یہ وہ لوگ ہیں کہ جو ہوائے نفس سے کوئی کام بھی نہیں کرتے بلکہ ان کے سب افعال اللہ جل شانہٗ کے مراد و مرضی ہوتے ہیں لہٰذا ان کا اتباع موجبِ ثواب و رضامندی اللہ تعالیٰ ہوتا ہے۔ اور ان سے اجتناب و انکار موجبِ حرمان و حسرات ہوتا ہے۔ صاحبِ بصیرت سوچ سکتا ہے کہ حج کے ارکان جنکو شرائع اسلام اور شعائر اللہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ان میں سے اکثر وہ ہیں کہ جن کو اللہ تعالےٰ کے مقرب بندوں نے اپنی ضرورت کے مطابق کیا ہے اللہ تعالیٰ کو ایسے پسند آئے کہ اللہ تعالیٰ نے انکو شرائع اسلام بنا کر مسلمانوں کو اس کے مطابق عمل کرنے کا حکم فرمایا۔ سبحان اللہ کیوں نہ ہو جبکہ انہوں نے بالکل اپنے آپ کو اللہ جل شانہٗ کے زیرِ فرمان کر دیا۔ تو ان کی ہر بات اللہ کو پسند ہے۔ اور پھر جو شخص ان افعال پر صرف اسی نیت سے کاربند ہو کہ مقربینِ بارگاہ خداوندی کا یہ طریقہ جاریہ ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ اسکو منظور نہ فرمائے

اب ایک مسئلہ ضروریہ باقی ہے، وہ یہ ہے کہ چونکہ موجودہ دور میں جو کہ دورِ شرور و دورِ عصیان و طغیان ہے بہت سے ایسے راہزن ہیں جنکا مقصد سلسلۂ بیعت جاری رکھنے سے صرف حصولِ دنیا و حصولِ جاہ و مرتبہ ہے اور عوام کالانعام بسبب جہالت اُن کے دامِ تزویر میں پھنسے رہتے ہیں۔ لہٰذا تمام اہلِ

پرپیری مریدی کا مفاد و ماحصل یہی سمجھا جاتا ہے کہ مرید کا کام صرف یہ ہے کہ پیر کو نذر و نیاز و شکرانہ وغیرہ حسب مقدور دیتا رہے اور پیر کا کام یہ ہے کہ جب مرید پیر کے پاس آوے تو پیر روٹی چائے وغیرہ ضروریات سے مرید کی اچھی طرح خاطر داری کرے ۔ اور جب مرید کو کسی سفارش کی ضرورت ہو تو پیر اسکی کتابی یا عملی یا قولی صورت میں امداد کرے تو گویا پیر و مرید دونوں کا مقصد اس تعلق سے حصولِ فوائد دنیا ہوتا ہے ۔ اور چونکہ موجودہ دور میں یہی دیار عام ہے ۔ لہٰذا وہ لوگ جو اس فائدے کے محتاج نہیں یا اس کو معتد بہ نہیں سمجھتے اور یا ایسے فوائد بدون بیعت کے حاصل کر سکتے ہیں اور حقیقی مشائخ پیرانِ طریقت کے حالات و مقاصد سے اور اصلی بیعت کے فوائد سے بیخبر ہیں یہ سوال کرتے ہیں کہ بیعت کیا چیز ہے ۔ بیعت کی ضرورت کیا ہے ۔ بیعت کا فائدہ کیا ہے اور بعض لوگ ایسے ہیں کہ جن کے آباء و اجداد مشائخ طریقت کے سلک میں منسلک تھے ۔ اور چونکہ اس نیک تعلق کی برکت سے انھیں دنیاوی آسائش بھی حاصل تھی اور اس قسم کے واقعات ان کے گوش گذار ہوئے تو انھوں نے یہ سمجھ لیا کہ ہمارے آباء و اجداد کا مقصد اس بیعت سے حصولِ فوائد دنیاوی تھا ۔ اور فائدہ بیعت کا صرف حصولِ فوائد دنیاوی ہے ۔ پھر بعض اشخاص کو انہوں نے دیکھا کہ باوجود اس تعلق کے تکلیف دنیاویہ میں مبتلا ہیں ۔ تو چونکہ انہوں نے فائدۂ بیعت کو فوائد دنیاویہ میں بند سمجھا ہوا تھا ۔ ان کا خیال یہ جم گیا کہ یا اگلے قصے سب غلط ہیں یا اب کوئی ایسا پیر طریقت نہیں رہا کہ اس سے بیعت کر کے دنیا کے فوائد حاصل ہو سکیں لہٰذا بیعت فضول ہے ۔ اور بعض اشخاص پر موجودہ دور کے علمائے سوء کا جادو اثر کر گیا ۔ وہ علمائے سوء جنھوں

نے اپنے لئے موحد کا لقب تجویز کیا ہوا ہے. جیسا کہ اوائل میں گروہ معتزلہ نے جن کے متعلق حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے اَلْقَدَرِیَّۃُ مَجُوْسُ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ یعنی قدریہ یعنی معتزلہ اس امت کے مجوس ہیں. انہوں نے اپنے لیے اصحابِ عدل و توحید نام تجویز کیا۔ یہ علما ئے سوء اکثر عقائد میں ان ہی کے مقلد ہیں. انھوں نے جب شور مچایا کہ اولیاء اللہ کے پاس جانے کر کچھ فائدہ نہیں، وہ کسی کی کوئی امداد نہیں کر سکتے جو کچھ مانگو اللہ سے مانگو۔ تو چونکہ ان لوگوں کے دماغ میں یہ بات جمی ہوئی تھی کہ بیعت سے مقصد صرف حصول فوائد دنیاوی ہیں اور بعض اشخاص کے متعلق ان کو علم تھا کہ باوجود اس تعلق کے تکالیف دنیا نے انکو گھیرا ہوا ہے تو ان کا یہ خیال پختہ ہو گیا کہ واقعی بیعت کا کوئی فائدہ نہیں۔ علاوہ ان کے وہ لوگ جن کو غرور دنیا اس طرف جھکنے نہیں دیتا۔ یا جن کے دماغوں پر انگریزی تعلیم کا بھوت سوار ہو گیا ہے، اُن کے دلوں میں دینیات کی جگہ سائنس نے لے لی ہے، وہ تو ہر امر کو سائنس کی عینک سے دیکھنا چاہتے ہیں۔ جس امر پر ان کو سائنس رہبری نہیں کرتی، اُن کے نزدیک وہ بالکل غلط ہے۔ اور دقیانوسی خیال ہے وہ امر قرآن کریم، حدیث پاک، اقوال سلف صالحین سے کتنا ہی مدلل ومضبوط کیوں نہ ہو تو ایسے اشخاص سے روئے سخن نہیں۔ انھیں تو غرور دنیا یا غرور علم سائنس اجازت نہیں دیتا کہ اپنے مزعوم کے خلاف کسی کی بات پر اپنے دل و دماغ کو متوجہ کریں۔ البتہ وہ لوگ جن کے دل و دماغ میں قرآن کریم، حدیث پاک اقوال سلف صالح کی قدر و وقعت ہے اُن کے فائدے کے لیے اس

مسئلہ کی وضاحت ضروری ہے کہ بیعت کیا چیز ہے ۔ اور اس سے مقصد کیا ہے؟
اس سے انسان کو کیا فائدہ حاصل ہوتا ہے : تاکہ اہلِ بصیرت طالبانِ حق
اس سے مستفید ہو سکیں ۔ وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی
سَوَآءِ السَّبِیْلِ اللہ تبارک و تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ
اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ فَمَنْ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنْکُثُ عَلٰی نَفْسِہٖ
وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰھَدَ عَلَیْہُ اللّٰہَ فَسَیُؤْتِیْہِ اَجْرًا عَظِیْمًا ۔ ترجمہ بیشک وہ لوگ،
جنھوں نے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے ساتھ بیعت کی، اس بات کے
سوا کوئی دوسری بات نہیں کہ وہ لوگ اللہ جل شانہٗ سے بیعت کرتے ہیں ۔ اللہ تعالےٰ
کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے ۔ پس جس نے اس بیعت کو توڑ دیا تو اسکا
وبال اس کے اپنے سر پر ہوگا ۔ اور جس نے پورا کیا اس وعدے کو جو اس نے اللہ
تعالیٰ کے ساتھ کیا ہے پس اللہ تعالیٰ اسکو اجرِ عظیم عطا فرمائے گا ۔

اِس آیۂ کریمہ نے بیعت کا حکم سب امور بیان فرما دئے ۔ یعنی لفظ بِمَا
عٰھَدَ عَلَیْہُ اللّٰہَ میں بیعت کے معنی بیعت کی حقیقت بیعت کا فائدہ بیعت کا حکم اللہ
جل شانہٗ کیساتھ وعدہ کرنا ہے خواہ وہ وعدہ اسلام کا ہو یا جہاد کا یا تقویٰ کا ۔ یا
ترکِ آثام کا ۔ کیونکہ احادیث شریفہ سے یہ بات صحیح طور پر ثابت ہے کہ حضرت
رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے بیعت اِن سب امور پر مختلف
مواقع میں لی تو حاصل یہ نکلا کہ بیعت کرنا حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کے ہاتھ مبارک میں ہاتھ دیکر جس طرح کہ کوئی وعدہ کرنے والا دوسرے کے ہاتھ
میں ہاتھ دیکر بیان کرتا ہے ۔ اللہ جل شانہٗ کے ساتھ اسلام یا باقی امور پر وعدہ

کرنا ہے کہ میں اس کام پر ثابت قدم رہوں گا۔ کیونکہ پہلے فرمایا یُبَایِعُوْنَکَ
پھر اسی کی تعبیر بِمَا عٰھَدَ عَلَیْہُ اللّٰہَ سے کی۔ تو صاف ظاہر ہوگیا کہ بیعت کے
معنی معاہدہ کرنا ہے۔ اور بیعت کی حقیقت اور فائدے کو پہلے دو جملوں میں اسی
طرح بیان فرمایا۔ کہ فرماتا ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو لوگ آپ کیساتھ
بیعت کرتے ہیں تو بیشک بالکل یہی بات محقق ہے کہ وہ لوگ اللہ جلّ شانہٗ
کے ساتھ بیعت کر رہے ہیں۔ ان لوگوں کے ہاتھوں کے اوپر جو رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ مبارک آتا ہے تو وہ درحقیقت اللہ جلّ شانہٗ کا ہاتھ ہے۔
کیونکہ وہ ذات مقدس نائب خدا ہے۔ اسکا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہے۔ خلاصہ
مطلب یہ نکلا کہ حقیقت بیعت کی اللہ جلّ شانہٗ کے ساتھ معاہدہ کرنا اور اپنا
ہاتھ اللہ جلّ شانہٗ کے ہاتھ میں دیدینا۔ لہٰذا فائدہ بیعت کرنے کا ساتھ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تقرب الی اللہ ٹھہرا۔ جو کہ اصل مقصد نشاۃ
انسانی ہے۔ جسکی تکمیل کے لئے انبیاء علیہم السلام مبعوث کئے گئے اور حکم
بیعت فَمَنْ نَکَثَ سے آخر تک بیان فرمایا۔ یعنی بیعت کا حکم یہ ہے کہ جو معاہدہ
اس شخص نے بوساطت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ جلّ شانہٗ کے
ساتھ کیا اس پر حتی المقدور مضبوطی سے قائم رہے اور اس حبل المتین کو
مضبوطی سے پکڑے رہے۔ کیونکہ جس شخص نے یہ معاہدہ توڑ دیا تو اس نے خدا
تعالیٰ کا کچھ بھی نہیں بگاڑا۔ بلکہ اس نے اپنے آپ کو عذاب کے لئے پیش کیا۔
اس عہد شکنی کی سزا کا وہی مستحق ہے۔ اور جس نے اس وعدے کو پورا کیا اُس پر
ثابت قدم رہا تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اسکو اجر عظیم عطا فرمائے گا۔

مطلب یہ نکلا کہ اللہ جل شانہٗ کی یہ دعوت عامہ ہے کہ آؤ اس اللہ کی رسی یعنی اس نائب خدا کے دست حق پرست کو پکڑو۔ اور اس عہد پر مستقیم رہو تاکہ اجر عظیم کے مستحق بن جاؤ۔ اور یہ امر ظاہر ہے کہ اجر عظیم سے مراد دار الآخرت کا اجر ہے جس کا اللہ تعالیٰ وعدہ فرما رہا ہے۔ دنیا کے نعما مراد نہیں ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر دنیا کی قدر و قیمت اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تب کافر کو اس دنیا سے ایک گھونٹ بھی نہ دیتا۔

اب یاد رکھنا چاہیئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام سے متعدد امور پر مختلف مواقع میں بیعت لی۔ جیسا کہ احادیث نبویہ اس پر دال ہیں۔ جنمیں سے بیعت ترکِ آثام، بیعتِ تقویٰ اور ثباتِ تقویٰ پر بھی تھی۔ بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چونکہ اس بیعت کی ضرورت نہیں تھی، سب اصحاب کرام نورِ نبوت سے مستفیض تھے، تو خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے صرف بیعت خلافت لینے پر اکتفا کیا۔ اور اسی بیعت کا حکم بھی وہی تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کا حکم تھا۔ کیونکہ نیابتِ الٰہی، اور خلافت فی الارض، جس کو آیۂ کریمہ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً بیان کر رہی ہے۔ ذاتِ اقدس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آدم علیہ السلام سے وراثۃً پہونچی تھی اور اسکو قیامت تک باقی رہنا ہے وہ اب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سچے جانشینوں میں منتقل ہوتی رہی۔ خلفائے راشدین صحیح طور پر خلیفۃ اللہ فی الارض کے مصداق تھے۔ خلافت راشدہ کے بعد جب امارۃ اور ملوکیت نے جگہ پکڑ لی تو وہ خلافت فی الارض

اور نیابت الٰہی صوفیائے عظام کو ملی اور یہی حضرات نائب خدا کے صحیح مصداق ہی جیسا کہ ظاہر ہے کہ اکثر سلاسل اولیاء اللہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جاری ہوئے اور یہ نعمت خلافت ان کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ملی تو انہوں نے ہدایت خلق الی اللہ کا بیڑا اٹھایا۔ مگر چونکہ ان امراء میں بیعت کی رسم جاری تھی لہٰذا مشائخ عظام نے اس وقت صرف خرقہ دینے پر اکتفا کیا۔ تاکہ امراء ان کے بیعت لینے سے اپنی مخالفت کا خطرہ محسوس نہ کریں۔ جب امراء میں یہ رسم بیعت ختم ہوگئی اور خوف فتنہ نہ رہا تو اس وقت مشائخ علیہم الرحمۃ والرضوان نے سلسلۂ بیعت جاری کر کے سنّتِ نبوی کو زندہ کر دیا۔ اور ہدایت خلق اللہ میں ہمہ تن مشغول ہو گئے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ قولِ جمیل میں فرماتے ہیں کہ وہ بیعت جو صوفیائے کرام میں متوارث ہے، تین قسم کی ہے۔ ایک بیعت توبہ۔ یعنی مرید اپنے گناہوں سے تائب ہو کر ولی اللہ کے ہاتھ پر معاہدہ کرتا ہے کہ میری ان گناہوں سے توبہ ہے آئندہ گناہ نہ کرونگا۔ دوسری بیعت تبرک ہے یعنی مرید ارادہ کرتا ہے کہ سلسلۂ صالحین میں داخل ہو جاؤں۔ جیسے اسناد حدیث کا سلسلہ ہے۔ یعنی چونکہ یہ سلسلہ صحیح طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچتا ہے تو اس ذریعے سے میرا ہاتھ اللہ جل شانہ کے ہاتھ کے نیچے آجاوے۔ اور یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ کے زمرہ میں شامل ہو جاوے۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ ان دونوں قسم کی بیعت میں وقایہ ہے کہ کبائر سے بچے صغائر پر اصرار نہ کرے۔ اور طاعات واجبہ اور سنن مؤکدہ پر مواظبت کرے اور اس کے برعکس بیعت کو توڑ دینا ہے۔ تیسری قسم بیعت کرنی یعنی عہد اور عزم مصمم کرنا واسطے خلوص ادا امر الٰہی کے اور ترک مناہی کے ظاہراً

باطناً اور لگانے دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے۔ اور یہی اصل بیعت ہے۔ اس کی
دفایہ ہے کہ اس ہجرۃ اور مجاہدہ پر قائم و مستقیم ہو جاوے تاکہ اسکا دل نور سکینہ
سے منور ہو جاوے۔ اور یہ کام اس کے لئے مثل عادت جبلی کے بنجاوے یعنی
غیر اللہ سے منقطع ہو کر اللہ جل شانہٗ سے واصل ہو جاوے۔ اور ان امور کو پوری
طور پر بجالانا اسکا نور نما ہے انتہا خلاصہ یہ ہے کہ ہر وہ انسان جسے اللہ تعالیٰ
کے رضا و تقرب کی ضرورت ہے وہ ضرور کسی ولی کامل کے دامن سے اپنے
آپ کو وابستہ کرے۔ کیونکہ اگر وہ شخص عاشق اور سالک راہ خدا ہے تو بغیر راہبر
راہ شناس کے منزل مقصود تک پہنچنا محال ہے۔ الا ماشاء اللہ۔ اگر وہ شخص
پابند صوم و صلوٰۃ ہے تو اس کی عبادات بسبب تسلط نفس و شیطان کے
عجب و ریا وغیرہ مہلکات کے خطرہ سے محفوظ نہیں ہیں وہ شیخ کامل کے صدقے و
توسل سے ایسے ظالم دشمنوں کے شر سے محفوظ ہو سکتا ہے۔ اور اگر فاسق و فاجر
ہے تو اس کو اشد ضرورت ہے کہ کسی شیخ کامل کے ہاتھ پر اپنے گناہوں سے توبہ
کرے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ اس ولی کامل کی برکت سے اس کو توبہ پر استقامت بخشے
اور مرنے کے وقت ایمان سلامت لے جاوے۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ بیعت
کے لئے کسی ولی کامل جسکا سلسلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک صحیح پہونچتا ہو۔
یا اس کے شیخ[*] مجاز کی تلاش کرے تاکہ منزل مقصود پر فائز ہو۔ مقدمہ ختم ہوا۔ اب
اصل مقصد کو شروع کرتا ہوں طالب حق کیلئے یہ قدر کافی ہے کہ ہم کو اللہ ہدایت فرماوے
وَمَا تَوْفِيْقِيْ إِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيْبُ۔

---

[*] شیخ کامل ... ہاتھ پر اسکی بیعت کر کے مرید کر لیں۔ صحیح ہوتے سلسلے کے اوپر والے مشائخ سے فیض پہونچ سکتا ہو راقم آثم نے اپنے پیر و مرشد سے اسی طرح سنا ہے

ذکر اوّل

ذکر اوّل حضرت شمس العارفین، سراج الواصلین، قطب الکاملین، قدوۃ العاشقین
فخر المعشوقین، محب النبی حضرت مولانا محمد علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ابتدائی حالات
ہیں۔ آپ کا مولد و وطن آبائی وٹالہ شریف ملک پنجاب نواحی امرتسر ہے۔ آپ کی
ولادت ۱۱۶۵ھ میں ہے اور وصال ۱۲۵۳ھ میں۔ اس لحاظ سے آنحضرت
کی مجموعہ عمر شریف نواسی یا نوے سال [illegible] ہے۔ آپ نسب [illegible] قبائل
قریش سے ملے۔ آپ کے نسب نامہ کا صرف اسی قدر پتہ ہے کہ حضرت مولانا
محمد علی ابن محمد شفیع ابن محمد داؤد جلال آبادی۔ تذکرۃ المحبوب میں ہے کہ ایک دفعہ
میاں محمد درکھان ساکن حیی شاہ [illegible] نے حضرت زینت الاولیاء خواجہ
زین الحق والدین حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت مولانا کے نسب
مبارک کے متعلق استفسار کیا، حضرت زینت الاولیاءؓ نے فرمایا کہ آپکا خالہ زاد
غلام علی شاہ صاحب دہلوی چونکہ سادات سے ہیں اس لیے بعض لوگ گمان
کرتے ہیں کہ آپ بھی سید ہیں۔ واللہ اعلم۔ انتہی۔ آپ کے والدین کا انتقال حضرتؒ
کی خورد سالی میں ہو گیا۔ چند عرصے آپ اپنے بڑے بھائی مولانا عبد الرسول صاحب
کے زیر تربیت و زیر تعلیم رہے۔ پھر آپ بھائی صاحب سے رخصت لیکر اطراف عالم
میں طلب علم ظاہری میں شاغل ہوئے تاکہ اسی طلب کے آخری مرحلہ میں بندہ
کمینہ آپ کے قدوم میمنت لزوم سے مشرف ہوا۔ پھر آپ اپنے وطن آبائی میں واپس
تشریف لے گئے۔ آپ کے اساتذہ کا بالاستیعاب علم نہیں ہو سکا لیکن جتنا علم ہو

اوّل میاں حفیظ اللہ صاحب ٹالوی کہ فنِ کتابت آپ نے ان سے سیکھی۔ دوسرے مولانا عبدالرسول صاحب، حضرت کے بڑے بھائی۔ تیسرے مولوی اسداللہ صاحب ساکن ریاست بہاول پور کہ حضرت قبلہ عالم غریب نواز کے ہمزمان ہیں اور جامع علوم و کمالات ہیں۔ چوتھے میاں مصطفیٰ جی ساکن پشاور۔ انکی تربت پشاور میں لاہوری دروازے کے اندر ہے۔ پانچویں میاں مرتضیٰ صاحب ساکن جیال اعوان قاری۔ چھٹے مولانا محکم الدین صاحب مکھڈی جو کہ حضرت مولاناؒ کے آخری اُستاذ ہیں۔ آپ ظاہری و باطنی علوم کے عالم تھے۔ چنانچہ تذکرۃ المحبوب میں ہے "حضرت زینت الاولیاءؒ نے فرمایا کہ جب ہمارے میاں صاحب (مراد ذات اقدس حضرت مولانا ہے، حضرت زینت الاولیاءؒ ذات اقدس کی تعبیر اکثر اسی لقب سے فرمایا کرتے تھے) پہلی دفعہ قصبہ مکھڈ میں تحصیل علم ظاہری کے لئے مولوی محکم الدین صاحب سے جو کہ بے مثل عالم تھے، تشریف لائے تو حضرت مولاناؒ کے دل مبارک میں خیال گذرا کہ مولوی صاحب موصوف سے اسباق کا ہونا مشکل ہے، مگر جب کہ یہاں آنے کا اتفاق ہوگیا تو کوئی نہ کوئی سبق شروع کر لینا چاہیئے۔ چنانچہ حضرت مولاناؒ نے مولوی صاحب موصوف سے میر زاہد شروع کر لیا۔ چونکہ مولوی صاحب موصوف علم ظاہری و باطنی میں کمال رکھتے تھے، بہت اچھے طریقے سے پڑھانا شروع کر دیا۔ اگر کوئی اعتراض دل میں خطور کرتا تو زبان پر لانے سے پہلے جواب فرما دیتے تھے۔ جسکی وجہ سے حضرت مولانا کی تسکین خاطر ہو جاتی۔ پس اب آپ نے اقامت کا مصمم ارادہ فرما لیا۔ چند عرصہ کے بعد جبکہ مولوی صاحب موصوف کسی اور ملک میں تشریف لے گئے، وہاں مولوی صاحب موصوف کا انتقال ہوگیا۔

(اس جگہ کا ذکر نہ فرمایا) مولوی صاحب کی تدفین سے فارغ ہوکر حضرت مولاناؒ واپس کھہڈ تشریف لائے اس ارادے سے کہ اپنا سامان اُٹھا کر کسی اور ملک میں جا کر اقامت کرونگا لیکن چونکہ مشیت ایزدی کا تقاضا یہ تھا کہ یہی قصبہ اور یہی علاقہ اس ذات مقدس کے ظاہری و باطنی علم سے فیضیاب ہو تو جس وقت تشریف فرما ہوئے تو چند پراچگان اہالی کھہڈ نے عرض کی کہ اگر مولوی صاحب مرحوم کے قائم مقام آپ تشریف فرما کر سلسلۂ درس جاری فرمادیں تو ہمارے لئے از حد سعادت۔ طلبا کی خدمت ہمارے ذمہ ہے۔ پس ہمارے میاں صاحب نے بموافق مشیت ایزدی منظور فرمالیا۔ اور اتنا ارشاد فرمایا کہ طلبا کی اقامت و عدم اقامت میں تمہارا کوئی دخل نہ ہوگا۔ جسکو پراچگان نے منظور کرلیا۔ چنانچہ حضرت مولانا نے شہر کھہڈ مسجد کلاں میں جو کہ اب تک مسجد مولوی صاحب سے مشہور ہے اقامت فرمائی۔ مسجد کے بیرونی دروازے پر ایک مسقف حصہ ہے۔ جسکی مسقف پر ایک مختصر سا بنگلہ ہے اس میں حضرت کی اقامت تھی اور مسجد کے حجروں میں طلبہ کی رہائش تھی۔ یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ یہ بنگلہ پہلے سے تھا یا حضرت مولانا کیلئے بنایا گیا تھا۔ بہرحال یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کی ملکیت تھی۔ مسجد کے متعلقات سے نہیں۔ اور یہ بھی معلوم نہیں ہوسکا کہ حضرتؒ کے اُستاذ مولوی محکم الدین صاحب اسی میں اقامت پذیر تھے یا کسی اور جگہ۔

ذکر ثانی

حضرت مولانا کے تبحر علم ظاہری کے بیان میں

حضرت مولانا کا تبحر علمی وہ شہرہ آفاق ہوا کہ دور دور سے طلبہ حاضر ہو کر اس چشمۂ فیض سے فیضیاب ہوا کرتے تھے۔ چنانچہ خلیفہ محمد عابد جی صاحب جو کہ حضرت مولانا کے بعد بحکم حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان مسند ارشاد پر جلوہ افروز ہوئے مہار شریف ریاست بہاولپور کے باشندے [illegible] اور حضرت [illegible] لانا کے خلیفہ دوم حضرت خواجہ زین الحق والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ موضع لنگہ علاقہ سکیسر کے باشندے تھے اور حضرت مولوی شمس الدین صاحب سیال شریف کے باشندے تھے۔ یہ سب حضرات حضرت مولانا کے حلقۂ درس میں شامل ہو کر فخر شاگردی سے ممتاز ہوئے۔ ویسے تو حضرت کا علم جامع تھا لیکن کتب فقہ کی تدریس کا شغل حضرت کم فرمایا کرتے۔ اسی وجہ سے تذکرۃ المحبوب میں ہے کہ ایک دفعہ الٰہی بخش لانگری نے حضرت زینت الاولیاء کی خدمت میں عرض کی کہ حضرت مولانا نے کتب فقہ پڑھی تھیں۔ حضرت زینت الاولیاء نے فرمایا کہ ہاں پشاور میں کسی عالم کو حضرت نے شرح وقایہ شروع فرمایا تھا۔ مگر ہم سبق کی عدم موافقت کی وجہ سے ترک فرمادیا تھا۔ اور مکھڈ میں آپ کسی طالب علم کو شرح وقایہ کا درس فرمایا کرتے تھے۔ تذکرۃ المحبوب میں ہے کہ ایک دن حضرت زینت الاولیاء رضی اللہ عنہ نے اثنائے گفتگو میں فرمایا کہ جس زمانے میں میں اپنے میاں صاحب سے زلیخا کا سبق پڑھا کرتا تھا تو جو نسخہ زلیخا کا میرے پاس تھا، اس پر مجدد کے حواشی تھے۔

میں نے ایک دن اپنے سبق پر اس حاشیہ کا مطالعہ کیا اور سبق پڑھتے وقت میں نے
مطابق اس حاشیہ کے تقریر کی۔ حضرت نے وہ تقریر پسند نہ فرمائی۔ میں نے عرض
کیا کہ محمدیہ نے اسی طرح لکھا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ تقریر کچھ نہیں اور حضرت
نے از خود تقریر فرمائی۔ تین چار روز اسی طرح اتفاق ہوتا رہا۔ میں محمدیہ والی تقریر
عرض کرتا اور حضرت اسکو ناپسند فرماکر از خود تقریر فرماتے۔ تیسرے یا چوتھے
روز جبکہ میں نے عرض کیا کہ محمدیہ نے اسی طرح لکھا ہے تو حضرت نے غصہ
ہوکر فرمایا کہ محمدیہ والا جھک مارتا ہے، جو کچھ میں کہتا ہوں اس کو یاد رکھو۔ راقم
آثم کو اس واقعہ کے متعلق ایک روایت پہنچی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ محمدیہ کو مجھ سے
پوچھا کرتا ہے۔ انتہی۔ تذکرۃ المحبوب میں ہے کہ حضرت زینت الاولیاؒ نے فرمایا،
کہ ایک دن خلیفہ محمد عابد جی صاحب اور مولوی کعب ظہیر صاحب افغانستان والے
نے مجھے فرمایا کہ مخزن الاسرار میں ایک شعر بہت مشکل ہے، حل نہیں ہوتا۔
اگر حضرت مولاناؒ کی خدمت اقدس میں عرض کریں کہ اس کو حل فرمادیں
تو زہے سعادت۔ میں نے ان کے فرمان سے حضرت کی خدمت میں عرض
کیا۔ آپ نے فرمایا کہ کتاب میرے پاس رکھ جاؤ۔ جب آپ نماز ظہر کے وضو
مرتب کرنے کے لیے تشریف فرما ہوئے تو سب مولوی استفادہ کے لئے
حاضر خدمت ہوگئے۔ حضرت نے اس شعر سے ماقبل دو تین اشعار
کی تقریر شروع فرمائی۔ مولوی صاحب اخلاص کے ذہن میں جب اشعار
سابقہ کی شرح ملحوظ ہوئی تو وہ شعر خود بخود حل ہوگیا۔ اس وقت مولوی
صاحب موصوف جوش وجد سے آبدیدہ ہوکر فرمانے لگے، بس حضرت بس

ایسی شرح نہ کسی نے کی ہے اور نہ کوئی کرے گا۔ تذکرۃ المحبوب میں ہے کہ حضرت زینت الاولیاء فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ جب ہمارے میاں صاحب تونسہ مقدس سے تشریف لا رہے تھے تو بستی قاضی والی میں شب باشی کا اتفاق ہوا اور وہاں ایک مولوی صاحب علی محمد جراغ مدرس تھے اور مولوی صاحب موصوف سے چند طلبا شرح عقائد خیالی پڑھتے تھے کوئی مقام مشکل آگیا۔ جو کہ مولوی صاحب سے حل نہ ہو سکا۔ جب حضرت تشریف فرما ہوئے تو طلبا نے اپنے استاذ صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ وہ مقام حضرت مولنا سے حل کرالویں لیکن استاذ صاحب سستی کی تو طلبا نے اپنے استاذ صاحب کو کہا کہ حضرت مولانا استاذ اکمل ہیں اور حضرت صاحب کے بزرگ خلفاء کر ہیں۔ ان سے یہ مقام کس لئے حل نہیں کراتے۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ مجھے اپنی کم علمی کی شرم مانع نہیں آتی بلکہ اس لئے کہ ہمارے مہمان ہیں، ممکن ہے کہ انکی طبیعت مبارک میں ملال آجاوے۔ بہرحال طلبا کے اصرار پر مولوی صاحب نے اس مقام کو حضرت مولاناؒ کے پیش کیا۔ ہمارے میاں صاحب نے فرمایا کہ کتاب لے آؤ چنانچہ تعمیل کی گئی اور حضرت نے مجھے فرمایا کہ میری عینک مجھے دیدیں۔ تھوڑی دیر مطالعہ کے بعد آپ نے ایسی فصیح تقریر شروع کی کہ سب طلبا کے ذہن میں وہ مقام حل ہو گیا تب طلبا آپس میں یہ کہنے لگے کہ حضرت مولانا تو اس امر کے مستحق ہیں کہ ریشمی جھولے میں آپ کو جھلاتے ہیں۔ اور جو مقام مشکل آوے آپ سے حل کراتے رہیں۔ اور مولوی علی محمد صاحب فرمانے لگے کہ حضرت کا کمال علم تو ہمیں معلوم تھا اور

مشہور تھا۔ مگر یہ فصاحت جسکا اندازہ انہیں رہ مجھے معلوم نہ تھی۔ آپ از حد زیادہ فصیح اللسان ہیں۔ آہ تذکرۃ المحبوب میں ہے کہ حضرت زینت الاولیاؒ نے فرمایا کہ ایک دفعہ چند طلباء ہمارے میاں صاحب کی خدمت میں شرح عقائد خیالی پڑھتے تھے ایک دن کسی مقام مشکل میں سب طلباء مطالعہ میں عاجز ہو گئے۔ ہر چند مطالعہ میں انہوں نے زور مارا لیکن کوئی چیز ان کی سمجھ میں نہ آسکی۔ تب طلباء نے آپس میں گفتگو کی یہ مقام ایسا مشکل ہے کہ امید نہیں کہ حضرت بھی اس کو حل کر سکیں۔ جب سبق پڑھنے کے لئے حاضر ہوئے تو مشکل مقام پر جب پہونچے تو حضرت نے مقام سبق سے دو تین ورق آگے سے اُلٹ کر اس مقام کو حل فرمایا۔ اور زجراً فرمایا کہ خود مطالعہ نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ یہ مقام کسی سے حل نہیں ہوگا۔ آہ تذکرۃ المحبوب میں ہے کہ حضرت زینت الاولیاؒ نے فرمایا کہ حضرت مولاناؒ طلباء کے اسباق کا ضرور مطالعہ فرماتے تھے اور حضرت کے نسخہ میں جو نشانی مطالعہ کی ہوتی تھی اس سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہمارے میاں صاحب کا مطالعہ ہمارے سبق سے ایک دو جزو تخمیناً آگے ہوتا تھا۔ آہ تذکرۃ المحبوب میں ہے کہ حضرت الاولیاؒ نے فرمایا کہ ہمارے میاں صاحب کی عادت مبارکہ تھی کہ ماہ رمضان مبارک میں سب طلباء کو شریک کر کے سراجی کا درس فرمایا کرتے اور راقم آثم کو یہ روایت ثقہ ذریعہ سے ملی ہے۔ کہ جب حضرت مولانا تونسہ مقدسہ تشریف لے جاتے تو علاقہ کے علماء حاضر ہوتے اور جو مقامات مشکلہ اثنائے درس میں ان کو پیش آجاتے وہاں نشان رکھے ہوئے ہوتے اور حضرت سے حل کراتے۔ آہ تذکرۃ المحبوب میں ہے کہ حضرت زینت الاولیاؒ نے فرمایا

کہ زمانۂ طالب علمی میں میں نے اپنے میاں صاحب یعنی حضرت مولاناؒ سے جب میر زاہد رسالہ تمام کیا تو مجھے خیال پیدا ہوا کہ کسی اور درس میں جا کر پڑھیں۔ یہاں سبق تھوڑا ہوتا ہے یا قضا ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اسی خیال کے ماتحت کھدہ سے روانہ ہو کر خوشاب میں مولوی خلیل الرحمٰن صاحب کی خدمت میں پہونچا اور سبق کے لئے عرض کیا، کہ میر زاہد ملا جلال شروع کرا دیں۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ علیحدہ سبق شروع نہیں ہو سکتا۔ میرے لڑکے نے ابھی میر زاہد شروع کیا ہے اسمیں شریک ہو جاؤ۔ میں نے کہا کہ میر زاہد رسالہ میں ختم کر چکا ہوں، دوسری دفعہ نہیں پڑھتا۔ مولوی صاحب نے کہا کہ رسالہ مشکل ہے۔ اس کو مکرر پڑھا جاتا ہے۔ میں نے کہا کہ میں نے ایسے استاد سے پڑھا ہے کہ دوسری دفعہ پڑھنے کی حاجت نہیں۔ القصہ تین چار دن میں وہاں مقیم رہا کوئی سبق نہ ہوا۔ اتفاقاً انہیں ایام میں میر زاہد رسالہ میں ایک مشکل مقام آ گیا۔ جس میں باپ بیٹا دونوں حیران رہ گئے۔ مولوی صاحب نے مجھے فرمایا کہ تو نے مولوی صاحب سے کھدہ میں یہ کتاب اچھی طرح پڑھی ہے، اس مقام کو حل کرو۔ میں نے کہا کہ کتاب مع حواشی میرے حوالے کرو۔ انہوں نے کتابیں میرے حوالے کیں۔ کسی اکیلی جگہ میں بیٹھ کر مطالعہ میں مشغول ہوا۔ اثنائے مطالعہ میں وہ تقریر جو اس مقام پر حضرت مولاناؒ نے فرمائی تھی بعینہٖ میرے ذہن میں آ گئی۔ میں نے وہ تقریر مولوی صاحب موصوف کی خدمت میں بیان کی۔ چونکہ وہ تقریر اکثر اعتراضات سے سالم تھی، مولوی صاحب حواشی کو دیکھ کر فرمانے لگے کہ بیشک یہ مقام اس تقریر سے حل ہو گیا۔ لیکن یہ تقریر کسی حاشیہ میں تو نہیں ہے۔ میں نے کہا کہ یہ تقریر حضرت مولاناؒ نے از خود فرمائی تھی کسی حاشیہ میں نہیں ہے۔

اس مقام پر راقم آثم نے اپنے قبلہ پیرو مرشد و والد بزرگوار کی زبان مبارک سے
سنا کہ آپ نے فرمایا کہ مولوی صاحب موصوف حیران ہو کر پوچھنے لگے کہ مولوی
صاحب ملکھڈی نے کس سے پڑھا ہے۔ جب میں نے حضرت کے اساتذہ کا
سلسلہ بیان کیا تو شاید مولوی صاحب موصوف کے آباء واجداد میں کسی سے جا
ملتا تھا، کہنے لگے کہ یہ ہمارے گھر کا علم ہے۔ مطلب یہ کہ اپنی کمتری کے احساس
سے جو اُن کو خجالت حاصل ہوئی اس کو اس طرح دفع کیا اور اپنے دل کو تسلی
دی۔ القصہ حضرت زینت الاولیاءؒ فرماتے ہیں کہ ایام اقامت میں ایک دن مولوی
صاحب نے مجھ سے طنزاً کہا کہ یہ مرد نیک ہے۔ سماع سرود نہیں۔ اپنا مولوی صاحب
ملکھڈی تو سماع سرود سنتے ہیں۔ مولوی صاحب موصوف منکر سماع تھا۔ مولوی صاحب
کا لڑکا جو کہ مشکوٰۃ شریف بھی پڑھتا تھا اس کے سبق میں وہ حدیث بخاری شریف
کی آگئی کہ عید کے ایام میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو
لڑکیاں دف بجا کر گا رہی تھیں اور حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کپڑا اوڑھ
کر قدم مبارک دراز فرمایا ہوا تھا۔ اچانک ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے اور
آپ نے ان کو ڈانٹا۔ اس پر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رخ مبارک
سے کپڑا ہٹا کر فرمایا کہ چھوڑ ان کو اے ابابکر یہ دن عید کے ہیں۔ الحدیث اس پر ان
کے لڑکے نے کہا کہ اس حدیث سے تو سماع کا جواز معلوم ہوتا ہے۔ مولوی صاحب
نے اس کے جواب میں نجات المومنین کا کوئی شعر پڑھا۔ اس لڑکے نے کہا کہ آپ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے مقابلہ میں "نجات المومنین" اور "پکی روٹی"
لاتے ہیں۔ تب مولوی صاحب نے ناراض اور لاجواب ہو کر بولا کہ میں جانتا

ہوں کہ میرے بعد تو طبلہ بجانے میں مشغول ہوگا۔ بعدہٗ میرا ارادہ کھنڈ واپسی نے
کا مصمم ہوگیا۔ مولوی صاحب جب میرے ارادے سے واقف ہوئے تو فرمانے
لگے۔ اگر میرزا ہد رسالہ میں تو شریک نہیں ہوتا تو تجھے مطول شروع کرادیتا ہوں۔
اور مولوی صاحب موصوف مطول پڑھانے میں مشہور تھے۔ میں نے کہا میں
مطول شروع نہیں کرتا غرضکہ تین چار دن کے بعد میں کھنڈ کی جانب روانہ ہوا
راستہ میں کسی جگہ مجھے خواب میں اپنے میاں صاحب کی زیارت ہوئی آپ نے فرمایا
(جب تو پڑھا چھوڑ چکا ہے، اب آجا) راستہ میں مجھے ایک خبر ملی کہ کھنڈ میں کوئی پیر
فوت ہوگیا ہے، جس سے مجھے از حد غم والم لاحق ہوا کہ مبادا حضرت مولانا کا
انتقال نہ ہوگیا ہو۔ مگر موضع ٹن میں جب میں پہونچا تو معلوم ہوا کہ محمد خورشید پیر
جن کا والد فوت ہوگیا ہے، تب غم سے نجات ملی۔ جب کھنڈ پہونچا تو اس وقت
حضرت مولانا باره دری سے شہر کی طرف تشریف لے جارہے تھے۔ راستہ میں
زیارت نصیب ہوئی۔ حضرت فرمایا کہ تھک گیا ہوگا۔ میں نے عرض کی کہ نہیں انتہی
ان واقعات سے حضرت کے ظاہری علم میں کمالات کا بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے۔

ذکر سوم

حضرت مولٰنا کا مرشد کامل کے طالب ہونے اور تونسہ مقدسہ پہونچکر حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان رضی اللہ تعالٰے کی بیعت سے مشرف ہونے اور اس کے متعلقات کے بیان میں

تذکرۃ المحبوب میں ہے کہ حضرت زینت الاولیاء نے فرمایا کہ ہمارے میاں صاحب ایک رات اپنے بنگلہ شریف میں خواب استراحت میں تھے کہ ناگاہ عالم خواب میں دیکھتے ہیں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چرپان مبارک یعنی پالکی ہوا میں جا رہی ہے۔ پس ہمارے میاں صاحب نے پالکی شریف کا دامن اپنے ہاتھ سے پکڑ لیا۔ اس وقت حضرت سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نظر کرم فرما کر ارشاد فرمایا کہ (یا مولوی صاحب آپ کیا فرماتے ہیں) مولٰنا نے عرض کیا کہ راہ خدا پوچھتا ہوں۔ تب سردار دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنے ہاتھ مبارک سے ملک لتان کی طرف اشارہ فرمایا۔ اور زبان مبارک سے بھی لفظ "لتان" ارشاد فرمایا۔ پس ہمارے میاں صاحب اس اشارت فیض بشارت سے بے ہوش ہو گئے۔ یہاں تک کہ اس دن آپ سے نماز صبح بھی قضا ہو گئی۔ ابیات

چو آں خواجہ ز حضرت ایں نشاں یافت — بجاں اندر ز صد گونہ فغاں یافت
فتاد از جوش آں بر سینہ اش چاک — چو صید زخمناک افتاد بر خاک

بہ بیے ہوشی زمانے گزشت دم ساز — نیامد او بجسال خولشتن بانہ

بیت، نماز ہیں گر قضا ہوں پھر ادا ہوں — نگاہوں کی قضا مشکل ادا ہوں

اس خواب صادق کے بعد حضرت مولنا کا خیال مبارک طلب فقرا میں مستحکم ہوگیا۔ راقم آثم کو اپنے پیر مرشد والد بزرگوار رضہ سے اسی طرح یاد ہے کہ آپ نے فرمایا کہ حضرت مولانا رضہ نے طلب مرشد کے لئے استخارہ کیا تھا جس کی وجہ سے یہ رویائے صادقہ آپ نے دیکھی اور فرمایا کہ یہ خواب مکرر تین رات دکھائی دی پہلی اور دوسری رات حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ہاتھ مبارک سے ملک لمان کی طرف اشارہ فرمایا، زبانِ مبارک سے کچھ نہ فرمایا۔ تیسری رات جب زیارت ہوئی تو حضرت مولنا رضہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم میں نے کچھ نہیں سمجھا۔ تب حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارت کے ساتھ زبانِ مبارک سے لفظ لمان کی در افشانی فرمائی تھی۔ القصہ اس کے بعد حضرت مولنا نے سنا کہ شہر انب میں جو کہ علاقہ سکیسر میں ہے کوئی بزرگ ہے، اُن کا نام میاں ابراہیم ہے، تو اُس بزرگ کے پاس بہ ارادۂ بیعت آپ تشریف لے گئے۔ اس سفر کے متعلق راقم آثم نے میاں احمد قوال خوشابی سے سنا کہ حضرت زینت الاولیا رضہ نے فرمایا کہ اس سفر میں مولوی شمس الدین صاحب سیالوی اور میں ہم دونوں حضرت مولانا رضہ کے ہمراہ تھے۔ ملہ میں جب آپ تشریف لے گئے تو حافظ صاحب وسٹے پٹ کے ہاں مہمان ہوئے۔ حافظ صاحب کے ساتھ حضرت کا ارادہ بیعت کا نہیں تھا۔ صرف چونکہ راستہ میں تھے۔ اِس لئے ان سے ملاقات

کی ۔ نمازِ مغرب کی خود حافظ صاحب نے امامت کی۔ حافظ صاحب کے سر پر ایک موٹا کپڑا جسکو ہندی میں بگل کہتے ہیں بندھا ہوا تھا۔ جس سے ماتھے کا زمین پر لگنے کا بالکل احتمال ہی نہیں ہو سکتا تھا۔ نماز کے بعد میں نے اور مولوی شمس الدین صاحب نے باہم پوشیدہ گفتگو کی کہ نماز میں ماتھے کا زمین پر لگنا ضروری ہے اور ان کا تو بالکل ماتھا زمین پر نہیں لگا یہ نماز کیسے جائز ہو سکتی ہے۔ حافظ صاحب بطور کشف ہماری ان باتوں پر مطلع ہو گئے اور فرمایا کہ ہماری تو ایسی ہی نماز ہے۔ ہاں تمہاری نماز ہمارے پیچھے نہیں ہوئی تو پھر اعادہ کر لو۔ اس پر حضرت مولاناؒ نے ہمیں فرمایا کہ درویشوں کے افعال پر اعتراض کرنا غلطی ہے۔

القصہ جب آپ موضع انب میں پہونچے اور میاں ابراہیم صاحب سے ملاقات کی تو آپ نے دیکھا کہ میاں صاحب نماز باجماعت ادا نہیں فرماتے علیحدہ اپنے مکان میں پڑھتے ہیں۔ تب حضرت مولانا نے فرمایا کہ جو شخص ایسی سنّتِ موکدہ کا تارک ہے، میں اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں نہیں دیتا۔ دوسرا بموجب بشارت یہ جگہ ملکِ لمان سے بھی نہ تھی۔ لہٰذا حضرت نے واپسی کا ارادہ فرمالیا۔ اس بزرگ نے کہا کہ آپ کو اپنے مقصد سے کام ہے، میری نماز دل سے تمہیں کیا تعلق ہے۔ اور اسنے یہ بھی کہا کہ میں تمہارے سر پر کلاہ رکھوں گا مگر حضرت نے ان باتوں کی پرواہ نہ کی اور واپسی کا ارادہ مصمم فرمالیا۔ تب اس درویش نے اپنی گھوڑی تا دامن کوہ حضرت کی سواری کے لئے دیکر حضرت کو بادلِ نخواستہ رخصت کیا۔ واپس کھڈ تشریف لاکر بموجب بشارت عازم ملک لمان ہوئے۔ راقم آثم نے اپنے پیر و مرشد والد بزرگوار سے اس طرح سنا ہے کہ حضرت مولاناؒ نے راستہ

دریا سے سفر کرنے کا ارادہ فرمایا۔ تلامذہ سے صرف ایک مولوی شمس الدین صاحب میانوی کو شرف معیت بخشا اور ایک ملاح باشندہ مکھڈ ہمسفر تھا۔ لکڑیوں کی ٹلی بنا کر اور زادِ راہ کے لئے کچھ آٹا ہمراہ لے کر توکلاً علی اللہ روانہ ہوئے۔ کچھ معلوم نہیں تھا کہ کہاں تک جانا ہے۔ صرف بشارت ملک ملتان کھینچکر لے جارہی تھی۔ چند دن سفر کرنے کے بعد جب یہ ٹلی موضع لانگھے پتن پر پہونچی، جہاں سے تونسہ مقدسہ تین چار کوس کے فاصلہ پر واقع ہے تو اس دن اتفاقِ حسنہ سے آٹا ختم تھا، مولوی شمس الدین صاحب کو فرمایا کہ یہاں کوئی بستی ہے جا کر آٹا خرید کر لاؤ۔ یہ تو معلوم نہیں کہ ہم نے کہاں تک جانا ہے۔ حسب الامر جب مولوی شمس الدین صاحب بستی لانگر میں گئے تو بستی میں چند لوگوں کو دیکھا کہ جمع ہو کر بیٹھے ہیں اور کسی بزرگ کا ذکرِ خیر کر رہے ہیں۔ چونکہ مولوی شمس الدین صاحب کو علم تھا کہ اس سفر کا مقصد مردِ خدا راہ خدا نما کی تلاش ہے، وہاں کھڑے ہو کر انکی باتیں سنیں اور مقام وغیرہ حالات معلوم کر کے واپس حضرت مولٰنا کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ مردِ خدا کے متعلق یہاں کے لوگ ایسی ایسی باتیں کر رہے تھے۔ اور ان کا مقام رہائش یہاں سے قریب ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ جب ہمارا مقصد یہی ہے تو چلو اس مردِ خدا کی زیارت کریں۔ چنانچہ کنارۂ دریا سے عازم تونسہ مقدسہ ہوئے۔ "تذکرۃ المحبوب میں ہے کہ حضرت زینت الاولیاؒ نے فرمایا کہ جب ہمارے میاں صاحب پہلی مرتبہ تونسہ مقدسہ میں حضرت خواجۂ خواجگان خواجہ شاہ محمد سلیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت

میں حاضر ہوئے اُس وقت حضرت صاحب مصلیٰ مبارک پر متوجہ قبلہ تشریف فرما تھے۔ ہمارے میاں صاحب قدم بوسی سے مشرف ہوکر مجلس میں بیٹھ گئے تب حضرت صاحب نے استفسار فرمایا کہ آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں۔ ہمارے میاں صاحب نے عرض کیا کہ کالاباغ کے متصل ایک گاؤں ہے اسکا نام مکھڈ ہے کنارہ دریا پر واقع ہے وہاں سے آئے ہیں۔ تب حضرت صاحب نے ارشاد فرمایا کہ اس جگہ تو کوئی مولوی رہتا ہے آپ اس سے واقف ہیں۔ تب حضرت مولنا نے عرض کیا کہ (مولوی، مولوی مینوں کہندے ہیں) اس وقت حضرت صاحب مصلیٰ سے اُٹھ کر ہمارے میاں صاحب کے ساتھ بغل گیر ہوئے۔ اور جس طرف مولنا بیٹھے تھے، اسی طرف متوجہ ہوکر تشریف فرما ہوئے۔ سبحان اللہ کیا اچھا کہا ہے۔ بیت

چہ خوش وقتے وخورم روزگارے　　　　کہ یارے برخوراز وصل یارے

کچھ توقف کے بعد حضرت صاحب نے ارشاد فرمایا کہ مولوی صاحب کی اقامت عبدالمجید خاں کے حجرے میں کراؤ حسب الحکم تعمیل کی گئی۔ اور حضرت مولنا چھ ماہ متواتر حضرت صاحب کی خدمت میں مقیم رہ کر استفادہ علم باطنی میں مشغول ہوئے۔ چھ ماہ کے بعد سعادت بیعت سے مشرف ہوکر اور معاً خلعت خلافت سے بہرہ یاب ہوکر ممتاز فران ہوئے

راقم آثم عرض کرتا ہے کہ اِس نقل سے اور دوسری حکایت سے جو پیش کی جاتی ہے، صاف ظاہر ہے کہ حضرت مولنا کو حضرت صاحب کی قدمبوسی وزیارت سے پوری تسکین قلبی ہوگئی تھی کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا

مشارٌ الیہ یہی ذات ہے   وہ دوسری حکایت یہ ہے۔ تذکرۃ المحبوب میں ہے
کہ حضرت زینت الاولیاءؒ نے فرمایا کہ میاں صاحب سیالوی فرماتے ہیں کہ میں
ایک دن حضرت مولاناؒ سے کافیہ کا سبق پڑھ رہا تھا کہ ایک مرد صوفی آیا،
اس کے ہاتھ میں ایک ٹھیکری تھی، اس پر کوئلہ سے کچھ لکھا ہوا تھا۔ وہ ٹھیکری
اس نے حضرت مولانا کے ہاتھ میں دی۔ آپ نے اسکا مطالعہ فرما کر مجھے
ارشاد فرمایا کہ کوئی کوئلہ تلاش کر کے لے آ۔ حسب الحکم میں کوئلہ لے آیا۔ تب
حضرت مولاناؒ نے اسی ٹھیکری کی پشت پر کچھ لکھ کر اس مرد صوفی کے حوالے
کی۔ وہ لیکر واپس چلا گیا مجھے کچھ معلوم نہ ہو سکا کہ وہ مرد کون ہے اور ٹھیکری
پر کیا لکھا تھا۔ اور حضرت نے اس کی پشت پر کیا لکھا۔ جب عصر کی نماز
کے بعد حضرت صاحب کی مجلس میں حاضری ہوئی۔ اس مجلس مبارک
میں سب غلامان حاضرین حسب العادۃ خاموش بیٹھے تھے اور خود حضرت
صاحب غریب نواز بحر مراقبہ میں مستغرق تھے، کہ اچانک حضرت صاحب
نے اپنا سر مبارک اٹھا کر فرمایا کہ ایک مرد صوفی کی طرف میں نے یہ ایک
رباعی لکھ کر بھیجی تھی۔ رباعی

صوفی مبا کہ مشرب رنداں است مہیا   ایں جا شراب خماری رنداں است مہیا
ناموس پارسائی کزدی تو مدتے،   اینجا چہ کارداری زنداں است مہیا

اس مرد صوفی نے مجھے یہ جواب لکھ کر بھیجا رباعی

من بندہ ایں دیں فروشی سوئے تو،   آدم تا دین ذہنم با رو ئے تو،
نام و ننگ و ناموس نشاندہ حسبہٗ،   چون نکو پا انداختم در کوئے تو

اتنا فرما کر حضرت صاحب پھر سر مبارک سینہ پر ڈال کر مستغرق ہو گئے۔
کچھ توقف کے بعد پھر سر مبارک اُٹھا کر اسی بات کا اعادہ فرمایا۔ پھر استغراق
ہو گیا، اسی طرح چند دفعہ اسی مضمون کی تکرار فرما کر آخری دفعہ حضرت صاحب
نے فرمایا کہ وہ مرد صوفی ٹھکھڈ والا مولوی صاحب ہے۔ میاں صاحب سیالوی
فرمانے لگے کہ تب مجھے علم ہوا کہ اس ٹھیکری پر یہی چیز لکھی ہوئی تھی انتہی
اس واقعہ سے صاف ظاہر ہے کہ یہ اقامت جانچ پڑتال کے لئے نہیں تھی
بلکہ تربیت و تدریس شروع تھی۔ جبکا علم صرف مرشد و مسترشد کو تھا۔ بیت

میاں عاشق و معشوق رمزیست کراماً کاتبیں را ہم خبر نیست

چنانچہ بعض روایات میں ہے کہ حضرت مولانا اس عرصہ میں چھ ماہ
میں حضرت صاحب کی تعلیم سے وظائف میں شاغل رہے۔ باقی یہ امر کہ
یہ تربیت بیعت سے کیوں مقدم رکھی گئی، اور بیعت کو چھ ماہ تک کیوں مؤخر کیا
گیا، اسکا علم مرشد کو ہو گا یا مسترشد کو بیت

رموز مملکت خویش خسرواں دانند گدائے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش

القصہ تذکرۃ المحبوب میں اس سند سے مذکور ہے کہ چند عرصہ کے
بعد حضرت صاحب نے حضرت مولانا کو اپنے حجرۂ خاص میں طلب فرمایا اور
اسرار خفیہ کے متعلق مذاکرہ و استفسار کے بعد فرمایا کہ آپکو بجز بیعت کے اور کسی
چیز کی حاجت نہیں جس شخص کے ساتھ آپ کا اعتقاد راسخ ہو، اس کیساتھ
بیعت کر لیویں۔ تب حضرت مولانا نے عرض کیا کہ میرا اعتقاد آپ کی ذات منقدیا
کے ساتھ راسخ ہے، اس وقت ارادت کا ہاتھ پھیلا کر مرشد کامل کے ہاتھ

میں دے کر مشرف بہ بیعت ہوگئے اور اسی مجلس راز میں جو کچھ عطا کرنا تھا، حضرت صاحب نے عطا فرمادیا - ابیات

شیخ کامل بود طالب مشتہی | مرد چابک بود مرکب درگہی
دید آں مرشد کہ او ارشاد داشت | تخم پاک اندر زمین پاک کاشت
بعد ازاں گفتش سخن ہائے دقیق | از صفات پاک حق نعم الرفیق

بیت

خواجہ در آں پردہ بدید آنچہ دید | آنچہ نیاید بزباں ہم شنید ؛

حضرت صاحب نے آپکو اسی وقت خرقہ خلافت و اجازت بیعت سے سرفراز فرما کر حکم فرمایا کہ واپس مکھڈ جاکر راہنمائی خلق اللہ کرو۔ حضرت مولنا نے عرض کیا کہ مکھڈ میں پیر بہت ہیں، میری حاجت نہیں - مجھے اپنی خدمت میں رہنے کی اجازت بخشی جاوے۔ لیکن حضرت صاحب نے حکم فرمایا کہ ضرور یہ کام آپ کو اختیار کرنا پڑیگا - اللہ کی مخلوق کو آپکی ذات سے فیض اور فائدہ پہونچے گا - لہٰذا با مر مرشد حضرت مولنا نے مراجعت منظور فرمائی - انتہی ۔حضرت صاحب کے ملفوظات لکھنے والے حضرات نے جب حضرت صاحب کے ملفوظات میں حضرت صاحبؒ کے خلفاء اربعہ میں حضرت مولنا کو شمار کر کے آپ کا تذکرہ کیا ہے تو لکھا ہے کہ جب آپ بیعت سے مشرف ہوکر خلافت سے سرفراز ہوکر ممتاز اقران ہوئے تو آپ کا چرچا و شہرت عام ہوگئی ۔ہر خاص و عام کی زبان پر آپ کا ذکر کمال جاری تھا - اور ہر شخص مولوی صاحب، مولوی صاحب کہنے لگ گیا ۔ توجہ علماء

درویش حضرت صاحب کی خدمت میں عرصہ دراز سے مقیم تھے ان کو نہایت حیرت و حسرت دامنگیر ہوئی کہ یہ شخص تھوڑے عرصہ سے اگر اس چشمۂ فیض سے مکمل سیراب و فیضیاب ہو گیا اور ہم اسی طرح تشنہ و بے بہرہ رہ گئے۔ لہٰذا وہ سب لوگ متفق اللفظ ہو کر حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گذار ہوئے کہ یا غریب نواز مولوی صاحب ملکہڈی تھوڑا عرصہ ہوا کہ یہاں حاضر ہوا اور حضرت نے اس پر اتنا کرم فرما دیا۔ اور ہم عرصہ دراز سے حاضر خدمت ہیں۔ ہم حضرت کے کرم و احسان کے زیادہ مستحق ہیں۔ ہم پر غریب نواز نے کرم نہیں فرمایا ہم ابھی طرح تشنہ کام بیٹھے ہیں۔ اس عرضداشت کے جواب میں حضرت صاحب غریب نواز کا جواب، سب نے سوائے محمد درزی صاحب کے صرف اسی قدر لکھا ہے کہ حضرت صاحب نے فرمایا کہ اس نے یعنی مولوی صاحب ملکہڈی نے اپنے چراغ کا سب سامان تیار کیا ہوا تھا۔ میں نے صرف فتیلہ کو آگ لگا کر روشن کر دیا ہے۔ مگر محمد درزی صاحب نے جو حضرت صاحب غریب نواز کے ملفوظات لکھے ہیں، اس میں اس طرح حضرت صاحب کا جواب اس طرح ذکر کیا ہے کہ حضرت صاحب نے فرمایا کہ جب حضرت آدم علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام آسمان سے اتارے گئے اور زمین پر غمناک حالت میں بیٹھے تھے کہ اچانک ایک ہرنی کا وہاں سے گزر ہوا اُس نے جب آپکو دیکھا تو اس کے دل میں خیال گذرا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے کوئی بہترین مخلوق ہے اگر کسی خدمت کا موقع ملے تو میں کروں۔ چنانچہ اسی خیال اور ارادے کے ماتحت وہ حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی

اور عرض کی کہ مجھے ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی اشرف مخلوقات ہیں اگر میں کسی خدمت کے قابل سمجھی جاؤں تو میرے لئے عین سعادت ہے میرا دودھ بھی ہے وہ بھی حاضر ہے۔ اگر میرے گوشت کی ضرورت ہو تو وہ بھی حاضر ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے کمال شفقت سے اس ہرنی پر اپنا ہاتھ مبارک پھیرا اور فرمایا کہ جا اللہ تعالیٰ تجھے برکت دیوے، مجھے تیری کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ وہ ہرنی چلی گئی مگر اس ہاتھ مبارک کے لگنے اور پھرنے سے اسکا سارا وجود معطر ہو گیا۔ جدھر جاتی اس کے جسم سے خوشبو آتی۔ جب باقی جانوروں نے اس خوشبو کو محسوس کیا اور ہرنی سے اسکا سبب پوچھا اور ہرنی نے اپنا ماجرا سنایا تب سب جانور جمع ہو کر حضرت آدم علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہرنی والی تقریر آدم علیہ السلام کے روبرو کی۔ آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ ایسے سودے اَن دیکھے ہوتے ہیں، دیکھنے کے بعد نہیں ہوتے تم ہرنی کا حال دیکھ کر اَب سودا کرنے آئے ہو یہ نہیں ہو سکتا۔ سب بے نیل و مرام واپس ہو گئے۔

حضرت صاحب غریب نواز نے یہ قصہ بیان فرما کر فرمایا کہ مولوی صاحب کھڈی نے میرے ساتھ اَن دیکھا سودا کیا ہے، جو اسکا نصیب تھا اس نے پالیا۔ اب اسکا حال دیکھ کر تم کو شوق پیدا ہوا اور طالب ہوئے وہ اسکا نصیب تھا جو لے گیا ہے۔ تب سب لاجواب ہو گئے۔

القصہ حضرت مولانا اپنے شیخ کامل کے حکم سے واپس بلدۂ کھڈ میں رونق افروز ہو کر فیض رسانی خلق خدا میں مشغول ہوئے۔ علم ظاہری کی

تدریس حسب طریقۂ سابقہ جاری رہی اور علم باطن کی تدریس بھی شروع ہو گئی
راقم آثم کے استاذ مولٰنا قطب الدین صاحب ساکن عور غشتی فرماتے تھے
کہ میرے دادا صاحب فرماتے تھے کہ علم ظاہری کا شغل باطنی کمالات کا پردہ
ہو جاتا ہے لیکن میں حضرت مولانا رضی کے کمالات سے حیران ہوں کہ باوجود
شغل علم ظاہری کے علم باطن بھی موجزن ہے۔ اور علم ظاہری کمالات باطن
کا حجابِ نہیں ہو سکا۔ راقم آثم عرض کرتا ہے کہ یہ بات مشہور ہے کہ
میاں صاحب سیالوی نے حضرت صاحب کے ساتھ حضرت مولٰنا
کی بیعت سے پہلے بیعت کر لی۔ لہٰذا بعض عقیدتمندان حضرت سیال نے
اس کو وجہ افضلیت قرار دیا ہے۔ مگر درحقیقت تقدم فی البیعتہ یعنی پہلے
بیعت کر لینی وجہ افضلیت نہیں ہو سکتی، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ
عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے اپنے والد عمر رضی اللہ
تعالیٰ عنہ نے بھیجا کہ جا کر دیکھ آ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت
کس کام میں مصروف ہیں۔ میں جب حاضر ہوا تو آپ اس وقت مسلمانوں
سے بیعت لے رہے تھے۔ میں نے حاضر ہو کر بیعت کر لی۔ پھر میں نے،
والد رض کو بتایا، تب آپ نے بھی حاضر ہو کر بیعت کر لی۔ تو اس قصہ سے
کسی نے یہ استدلال نہیں کیا کہ ابن عمر رض عمر رض سے افضل ہو گئے۔ البتہ
اس وقت تقدم فی البیعت وجہ افضلیت ہو سکتا ہے جبکہ ایک منکر ہو،
دوسرا معتقد ہو کر پہلے بیعت کر لیوے۔ مگر یہ صورت یہاں مفقود ہے، جیسا کہ
اس قصہ سے ظاہر ہے۔ جو حضرت سیالوی نے حضرت مولٰنا کی بیعت کا

بیان کیا ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ توقف کسی انکار یا بے اعتقادی کی وجہ سے نہیں تھا۔ بلکہ تدریس و تکمیل کے لئے تھا۔

علاوہ اس کے حضرت محبوب ذی العرش حضرت خواجہ اللہ بخش کا فیصلہ دیکھنے سننے سے حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ حضرت صاحب کے خلفاء سے صاحب کشف و کمالات صاحب کمال ہم نے بہت دیکھے ہیں۔ مگر بزرگ ہم نے صرف پونے تین دیکھے ہیں کامل اور سالم بزرگ دو دیکھے ہیں۔ ایک خود حضرت صاحب دوسرے خلیفہ محمد باران صاحب کلاچی والے اور دو حضرت صاحب کے خلفاء صاحبان۔ ایک محرم علی شاہ صاحب خیرآبادی اور ایک مولوی محمد علی صاحب مکھڈی۔ ان دونوں میں ایک کے متعلق فرمایا آدھا بزرگ اور اور دوسرا پاؤ بزرگ مجموعہ پونے تین ہو گئے۔ انتہی اور زیادہ وضاحت اس قصہ سے ہو جاتی ہے کہ تذکرۃ المحبوب میں حضرت زینت الاولیاءؒ فرماتے ہیں کہ میاں صاحب سیالوی نے ذکر فرمایا کہ جب میں طالب علمی سے فارغ ہو کر اپنے گھر میں مقیم ہوا تو میں ایک جگہ اکیلا بیٹھ کر وظیفہ کا شغل کیا کرتا تھا۔ ایک دن ایک عورت میرے وظیفہ کے وقت میں میرے حجرہ میں آئی اور میری پیٹھ کے پیچھے بیٹھ گئی جس سے مجھے بہت غصہ آیا لیکن چونکہ کسی عزت دار کی لڑکی تھی، میں نے زبان سے اس کو کچھ نہ کہا۔ پس وہ وہ عورت روزانہ اسی طرح آنے لگ گئی اور میں اس کو روک نہ سکا۔ اتفاقاً ان ہی ایام میں فقیر کو تونسہ مقدسہ حضرت صاحب کی خدمت میں حاضری

نصیب ہوئی جس وقت میں قدمبوس ہوا حضرت صاحب نے فرمایا (آرن دی مجلس کرنے والے) پس میں نے سمجھ لیا کہ عورت کے وظیفہ کے وقت حاضری سے حضرت صاحب مطلع ہو کر یہ بات فرما رہے ہیں جس سے مجھ کو خجالت طاری ہوئی۔ چند دن کے بعد حضرت صاحب نے خود بخود استفساً فرمایا کہ (مولویا کس راستہ سے گھر واپس جاوے گا) میں نے عرض کیا، میں نے عرض کیا کہ جس راستہ سے آیا ہوں اسی راستہ سے واپس جاؤنگا۔ دراصل میرے دل میں ارادہ تھا کہ واپسی کے وقت مکھڈ کے راستہ سے حضرت مولانا کی زیارت کر کے گھر جاؤں گا۔ مگر حضرت صاحب کے سامنے اس امر کا اظہار نہ کر سکا۔ حضرت صاحب میرا جواب سن کر چپ فرما گئے۔ کچھ ارشاد نہ فرمایا۔ لیکن جب میں نے رخصت طلب کی تو حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ مولوی جی تم کو کوئی وظیفہ بتانا تھا۔ لیکن اب وقت تنگ ہے جب مکھڈ مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوں گے تو ان سے وظیفہ پوچھ لینا۔ میاں صاحب سیالوی نے فرمایا کہ مجھے اس امر کے چھپانے سے نہایت خجالت ہوئی کہ میرے دلی ارادے پر تو حضرت صاحب واقف تھے، میں نے خود ظاہر کیوں نہ کیا۔ القصہ میں نے جب حضرت صاحب سے رخصت ہو کر مکھڈ کا راستہ پکڑا تو بستی ڈھنڈران میں جو کہ تونسہ مقدسہ سے پنج میل تخمیناً جانب شمال واقع ہے اتفاق شب باش ہوا۔ رات کے وقت جبکہ میں سویا ہوا تھا، دو آدمیوں نے جو کہ بستی پیر وہا کے باشندہ تھے اور حضرت مولانا کے غلام تھے، مجھے خواب سے آکر بیدار

کیا۔ اور کہا کہ ہم تونسہ مقدسہ حضرت صاحب کی زیارت کے لئے گئے تھے۔ اور ارادہ تھا کہ چند دن حضرت صاحب کی خدمت میں اقامت کریں گے لیکن حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ آج شمس الدین مکھڈ کی طرف روانہ ہوا ہے تم بھی اس کی رفاقت میں مکھڈ جاؤ۔ اس لئے حسب حکم حضرت صاحبؒ تونسہ مقدسہ سے روانہ ہو کر تمہارے پاس پہونچے ہیں۔

الغرض جب ہم مکھڈ پہونچے تو حضرت مولاناؒ کی قدمبوسی سے مشرف ہوئے تو حضرت مولاناؒ کے حالات و عادات حضرت صاحب کے حالات و عادات سے مختلف نظر آئے۔ یعنی حضرت صاحبؒ کی ہیئت فقیرانہ تھی اور ہر وقت وظائف کا شغل تھا۔ اور حضرت مولانا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لباس امیرانہ تھا۔ اور مجلس عام میں رونق افروز ہوتے جس سے میرے دل میں کچھ خیال گذرا۔ اثنائے تہ میں حضرت زینت الاولیاؒ نے فرمایا کہ ہمارے میاں صاحبؒ کے وظائف خفیہ ہوتے تھے لوگوں کے سامنے امیرانہ وضع ہوتی تھی۔ انتہی الغرض میاں صاحب سیالوی فرماتے ہیں کہ جب روٹی کا وقت کیا تو محمد امین پراچہ روٹی لے آیا جس میں ہر قسم کے طعام حلوا پلاؤ گوشت وغیرہ تھے۔ اور ساگ بھی تھا۔ حضرت مولاناؒ نے مجھے بھی اپنے ساتھ دستر خوان پر بٹھایا۔ حضرت مولاناؒ صرف ساگ تناول فرماتے تھے۔ اثنائے تناول میں میری طرف تبسم فرماتے ہوئے دیکھ کر فرمانے لگے کہ محمد امین نے یہ سب چیزیں میرے لئے تیار کی ہیں اور ان کے کھانے کا کوئی امر بھی مانع نہیں ہے۔ باوجود اس کے میں صرف اس ساگ پر جو کہ سب

سے ادنیٰ ہے، پر اکتفا کر رہا ہوں۔ معلوم ہوا کہ میں فرنگ ہوں۔ میاں صاحب
سیالوی فرماتے ہیں کہ میں فوراً سمجھ گیا کہ میرے دل میں جو خطرہ آیا تھا،
اِس سے مطلع ہو کر یہ ارشاد فرما رہے ہیں جس سے مجھے اتنی دلگیری ہوئی
کہ زمین پھٹتی اور میں اس میں سما جاتا۔ انتہٰی معلوم ہونا چاہیئے کہ اس
ملک میں جس شخص نے پہلے طریقہ چشتیہ بہشانیہ کو رائج کیا وہ ذاتِ اقدس
حضرت مولاناؒ کی ہے۔ خصوصاً بلدۂ بمہوڈ کہ اس میں اکثر رسوم کفر یہ
جاری تھیں اِس آفتاب ہدایت کے طلوع سے اکثر رسوم گمراہی مٹ
گئیں۔ اور سلسلہ عالیہ نے ترقی قبول کی۔

ذکرِ چہارم

حضرت مولٰنا کے کمالات و کرامات کے بیان میں

تذکرۃ المحبوب میں ہے کہ حضرت زینت الاولیاؒ نے فرمایا کہ
ہمارے میاں صاحب عشق میں مجتہد تھے۔ سبحان اللہ انتہٰی تذکرۃ المحبوب
میں ہے کہ حضرت زینت الاولیاؒ نے فرمایا کہ ایک شخص ساکن مندہ خیل
قوم کا موچی ہمارے میاں صاحب کی بیعت سے مشرف تھا۔ اور ہمارے
میاں صاحب اس پر بہت مہربان تھے کہ جب آپ تونسہ مقدسہ سے
واپسی پر اس راستہ سے تشریف لاتے تو اس سے ضرور ملاقات فرماتے

ایک دفعہ وہ شخص مکھڈ میں حاضر ہوا۔ حضرت زینت الاولیاؒ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں بڑی مسجد میں آگ والے حجرہ میں ایک حافظ نابینا صاحب کو جو کہ ہمارے میاں صاحب کے خلفا سے تھے سبق کا مطالعہ کرا رہا تھا، کہ وہ شخص مندہ خیلی ہمارے پاس آبیٹھا اور اس نے ہمارے میاں صاحبؒ کے حق میں بدگوئی شروع کر دی۔ کہ آپ کا لباس امیرانہ ہے اور مجلس آرائی ہوتی ہے، یہ فقراء کا طریقہ نہیں۔ اس پر حافظ صاحب نے اس کو منع فرمایا کہ آپ کی بزرگی اور کمالات میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ میں حضرتؒ کے اعضائے مبارک کی چاپی کرتا ہوں، عشق کی حرارت جو کہ آپ کے جسم مبارک سے ظاہر ہوتی ہے اپنے ہاتھوں پر معلوم کرتا ہوں اور اس سے آپ کی بزرگی و کمالیت ظاہر ہے۔ تب وہ خاموش ہو گیا۔ صبح جب ہمارے میاں صاحب بنگلہ شریف سے اتر کر مسجد میں طلباء کی تعلیم کے لیے رونق افروز ہوئے، وہ شخص مندہ خیلی بھی حاضر تھا۔ سبق کی کتاب اپنے ہاتھ مبارک میں پکڑتے ہوئے ایک قصہ بیان فرمایا کہ ایک بزرگ اپنا لباس امیرانہ رکھتے تھے، اور ان کے لنگر میں تنگی تھی۔ ایک دن لانگری نے ان کی خدمت میں عرض کی کہ اس وقت لنگر میں کوئی چیز نہیں کہ فقراء کے کھانے کا بندوبست ہو سکے۔ اگر آپ اپنی دستار مبارک عطا فرما دیں تو اس کو فروخت کر کے لنگر کا کام چلایا جاوے۔ شیخ نے فوراً دستار مبارک اتار کر لانگری کے حوالے کر دی۔ لانگری نے بازار میں اس دستار کو فروخت کر کے لنگر کی ضروریات

خرید کیں۔ اور واپس آگیا اور لنگر کے کام میں مشغول ہو گیا۔ اسی شیخ کے کسی مرید نے وہ دستار بازار میں دکان پر دیکھی اس کو پسند آگئی کہ یہ میرے شیخ کے قابلِ استعمال ہے۔ میں خرید کرکے ان کی خدمت میں حاضر کروں، چنانچہ وہ خرید کرکے لے آیا اور اپنے شیخ کی خدمت میں پیش کردی۔ شیخ نے اسی وقت اپنے سر مبارک پر باندھ لی۔ لانگری جب فارغ ہو کر حاضر ہوا۔ یہ دیکھ کر نہایت متعجب ہوا کہ شیخ وہی دستار باندھے بیٹھے ہیں۔ شیخ نے اسکا تعجب دیکھ کر فرمایا کہ اللہ تعالےٰ جس شخص کو اچھا لباس دیوے کسی کی کیا مجال ہے کہ منع کر سکے انتہی

الغرض حضرت مولناؒ نے منڈہ خیلی کے خطرہ پر مطلع ہو کر اس کی ہدایت کے لئے یہ قصہ فرمایا۔ مگر اس کی بدبختی نے اسے اپنے وسوسہ شیطانی پر مستحکم کردیا۔ چنانچہ اس کی حالت خراب ہو گئی۔ اور حضرت مولناؒ کی مہربانی اس سے ہٹ گئی۔ اور اس سے ملاقات حضرت نے بند فرمائی

اَلْعِیَاذُ بِاللہ

حضرت مولناؒ ساری عمر غیر متاہل رہے۔ حضرت کے برادر کلاں حضرت مولوی عبدالرسول صاحب نے ایک دفعہ آپ کو لکھا کہ آپ شادی کرلیں تاکہ آپ کی اولاد سے آپ کی جگہ آباد رہ جائے۔ حضرت نے اس کے جواب میں لکھا کہ شادی کی مجھے ضرورت نہیں اور میری جگہ قیامت تک آباد رہے گی۔

تذکرۃ المحبوب میں ہے کہ حضرت زینت الاولیاؒ نے فرمایا کہ ہمارے

میاں صاحب نہایت مستجاب الدعوات تھے۔ کبھی آپ کی دعا بارگاہِ الٰہی سے مسترد نہ ہوئی۔ بلکہ جو لفظ آپ کی زبان مبارک سے نکلتا خالی نہ جاتا۔ تذکرۃ المحبوب میں ہے کہ حضرت زینت الاولیاءؒ نے فرمایا کہ ایک دفعہ مولوی صاحب اخلاص والے نے حضرت مولاناؒ کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ ملک پنڈی گھیپ والے کے ظلم سے سب لوگ سخت عاجز آ گئے ہیں۔ اس ملک کا نام غلام محمد تھا۔ ملک اولیا کا دادا تھا۔ پس ہمارے میاں صاحب نے فرمایا کہ اس وقت کہاں ہے۔ میاں صاحب اخلاص نے عرض کیا کہ اس وقت لاہور گیا ہوا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ خدا صاحب اس کو زندہ اس ملک میں واپس نہ لائے گا۔ پس انہیں ایام میں ہمارے میاں صاحبؒ تونسہ مقدسہ کے سفر کے ارادے سے جب کالاباغ تشریف فرما ہوئے تو ملکان کالاباغ نے کسی واسطہ سے ہمارے میاں صاحب کی خدمت میں عرض گزرانی کہ ملک صاحب پنڈی گھیپ والا لاہور گیا ہوا ہے۔ اس کے واسطے دعائے خیر فرما دیں کہ بسلامتی گھر واپس آ جاوے۔ ہمارے میاں صاحب خاموشی فرما گئے۔ پھر مکرر عرض کی گئی مگر بجز خاموشی کچھ جواب نہ ملا۔ جب کالاباغ سے آپ روانہ ہوئے تو راستہ میں اطلاع ملی کہ ملک پنڈی گھیپ والا لاہور میں قتل ہو گیا ہے۔ انتہی راقم آثم نے اپنے پیر و مرشد حضرت والد بزرگوار کی زبان مبارک سے سنا کہ آپ نے کہ آپ نے فرمایا کہ محمد خاں بابڑ باشندہ ڈیرہ اسمٰعیل خاں حضرت مولٰنا کا غلام مرید تھا

اور ہر سال عرس پر حاضر خدمت ہوتا رہتا تھا اور احمد خاں خوانین علیسیٰ خیل کا جدِ اعلیٰ حضرت مولاناؒ کا مرید تھا مگر عقیدتمندی اور غلامی اسکی حد سے زیادہ تھی۔ چنانچہ حضرت مولانا تونسہ مقدسہ میں جب علیسیٰ خیل سے گذر فرماتے تو احمد خاں کے پاس قیام فرماتے۔ ایک دفعہ جب حضرت اچانک بغیر اطلاع تشریف لائے اور رکنے کا وقت تھا۔ احمد خاں نے اسی وقت سب آدمیوں کا پُر تکلف کھانا حاضر کیا۔ تب حضرت مولٰنا نے فرمایا کہ احمد خاں ہمارے آنے کی اطلاع تو تم کو نہیں تھی۔ پھر یہ کھانا کیسے تیار ہو گیا۔ احمد خاں نے عرض کی کہ غریب نواز آپ جب میرے ہاں تشریف لے آتے ہیں اور میں آپ کے غلامان کے لئے جو کچھ کھانے کے لئے تیار کراتا ہوں، اسی قدر وہی کھانے روزانہ پکوا کر اس جگہ لاکر درویشوں کو بلا کر کھلا دیتا ہوں۔ چنانچہ آج بھی وہی کھانا تیار تھا کہ خود حضرت تشریف لے آئے اور حضرت کے غلاموں کے کام آ گیا۔ ان وجوہات سے حضرت مولانا کی بھی احمد خاں پر بہت مہربانی تھی۔

القصہ ایک دفعہ محمد خاں بابڑ بے موقعہ حاضر خدمت ہوا۔ حضرت مولٰنا اسی وقت بارہ دری سے شہر کی طرف تشریف لے جا رہے تھے۔ راستہ میں اس نے قدم بوسی کی۔ حضرت فرمایا کہ محمد خاں بے موقعہ تو کیسے آ گیا ہے۔ محمد خاں نے عرض کیا کہ یا حضرت ایک کتا یعنی برا کام لے کر حاضر ہوا ہوں۔ حضرت مولٰنا نے فرمایا وہ کیا ہے۔ محمد خاں نے عرض کیا کہ جو ہمالا سنگھ حاکم ڈیرہ میں ہے اس نے مجھے حضرت

کی خدمت میں بھیجا ہے کہ لاہور سے ہمیں بہت سخت تاکیدی حکم آیا ہے کہ احمد خاں عیسیٰ خیل کو گرفتار کرو، اگر تم سے گرفتار نہ ہو تو تمہیں سزا دی جاوے گی - اور اگر تم نے گرفتار کر لیا تو تمہیں فلانی جاگیر انعام میں دی جاوے گی - کیونکہ احمد خاں عیسیٰ خیل سرکار سکھ سے باغی ہے حاکم ڈیرہ نے مجھے کہا ہے کہ احمد خاں عیسیٰ خیل بہت زوردار آدمی ہے - اس کی گرفتاری بہت مشکل ہے تو اپنے پیرومرشد صاحب کی خدمت میں جا اور عرض کر کہ حضرت توجہ فرماویں کہ احمد خاں عیسیٰ خیل کو ہم گرفتار کر لیویں - حضرت مولٰنا نے یہ قصہ سن کر فرمایا (تیری بھی خیر تیرے سکھے کی بھی خیر ہمارے احمد خاں کی بھی خیر) یہ جواب سن کر محمد خاں بابڑ واپس چلا گیا - اسی عرصہ میں لاہور سے حکم آگیا کہ احمد خاں عیسیٰ خیل کو مت گرفتار کرو اور گرفتاری پر جس جاگیر کا وعدہ تھا، وہ بھی الکو دیدی گئی سبحان اللہ - انتہی - راقم آثم نے میاں عبدالمجید مرحوم کی زبانی سنا کہ موضع کھنڈا کے رئیسوں سے ایک شخص تھا جو کہ حضرت مولٰنا[رح] کا مرید تھا سکھوں نے کسی جرم میں اسکو گرفتار کر لیا - اور پنڈی گھیپ کے جیلخانہ میں قید کر دیا - پنڈی گھیپ سے کوئی آدمی حضرت مولٰنا[رض] کی خدمت اقدس میں حاضر ہونے کے ارادے سے آرہا تھا، اس شخص کو اس قیدی نے عریضہ اپنی کیفیت کے متعلق لکھ کر دیا اور طالب امداد ہوا - حضرت مولٰنا نے جس وقت اسکا عریضہ پڑھا، اس کی پشت پر جواب لکھا وہ یہ ہے (جنہاں کماں نوں رب کیتا لوڑ ئے پل وچ لکھ وسیلیاں دا جوڑئے) یعنی

جس کام کو اللہ تعالےٰ چاہے ایک اس کے لکھاں وسیلے پیدا فرما
دیتا ہے۔ جب حضرت کا خط اس قیدی کو ملا رب تعالیٰ نے اپنی
قدرت کاملہ کا اظہار اس طرح فرمایا کہ جو سنگھ وہاں پر حاکم تھا اس
کی جگہ پر دوسرا سنگھ آگیا۔ اور یہ پہنچتے ہی سیدھا جیل خانے میں چلا
گیا۔ جب اس شخص پر اس سنگھ حاکم کی نظر پڑی اس سنگھ حاکم
کی کچھ سابقہ معرفت تھی، کہنے لگا تجھے کس نے قید کیا ہے اس
نے کہا فلانے سنگھ نے، اس نے اسی وقت اس کو رہا کر دیا۔ میاں
عبدالمجید مرحوم کہتے تھے کہ وہ تحریر اس شخص کی اولاد کے پاس
اب تک موجود ہے اور میں نے زیارت کی ہے۔ سبحان اللہ! بیت

اولیاء را ہست قدرت از الٰہ ‎ ‎ تیر جستہ باز گردانند ز راہ

حضرت مولانا ہر سال تونسہ مقدسہ اپنے پیر و مرشد کی زیارت
کے لئے تشریف لے جاتے تھے اور چالیس دن وہاں قیام فرماتے
جاتے وقت اکثر کشتی کے ذریعہ اس سفر کو طے کرتے اور واپسی میں
خشکی براستہ ڈیرہ اسمٰعیل خاں، عیسیٰ خیل و کالا باغ تشریف لاتے
ابتدا میں آپ گھوڑی کی سواری فرماتے تھے اور آخیر عمر میں جب
بیماری کی وجہ سے آپ سواری نہیں فرما سکتے تھے تو آپ کی سواری
چوپان تھی۔ جس کو خدامان اور طالب علمان نوبت بہ نوبت اپنے
کاندھوں پر نہایت شوق و ذوق سے اٹھاتے تھے۔ راقم آثم نے
اپنے پیر و مرشد حضرت والد بزرگوار سے سنا کہ آپ نے فرمایا کہ ایک

دفعہ ایام روانگی تونسہ مقدسہ میں حضرت مولانا کو بیماری کی وجہ سے بہت تکلیف تھی اور کمزوری تھی چند غلامان نے عرض کیا کہ حضرت یہ سفر فی الحال ملتوی فرما دیویں۔ حضرت کو مبادا زیادہ تکلیف ہو جاوے۔ اور جان رکھنی فرض ہے۔ اس کے جواب میں حضرت مولانا نے فرمایا کہ اس راستہ میں جان دینی فرض ہے، سبحان اللہ اپنے شیخ کے ساتھ کتنا عشق، محبت اور عقیدت تھی۔

تذکرۃ المحبوب میں ہے کہ حضرت زینت الاولیاءؒ نے فرمایا کہ ایک دفعہ تونسہ شریف کی اقامت کے ایام میں ہمارے میاں صاحب نماز مغرب کے بعد حضرت صاحب کی خدمت میں حاضری کیلئے تشریف لے گئے میں بھی حضرت کے ہمراہ تھا۔ جس وقت آپ بنگلہ شریف کے اندر داخل ہونے لگے، مجھے باہر ٹھہرنے کا ارشاد فرمایا۔ میں دروازے کے پاس کھڑا ہو گیا کہ مجھے اندر کی باتیں سنائی دے رہی تھیں۔ ہمارے میاں صاحب نے عرض کیا کہ ضعف جسمانی کی وجہ سے مجھ سے عبادت کماحقہٗ ادا نہیں ہو سکتی۔ حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ میں جو عبادت و وظائف کر رہا ہوں آپ کو مطمئن رہنا چاہیئے۔ دوسرا ہمارے میاں صاحب نے عرض کیا کہ فلانے کلام میں بطریقہ وظیفہ پڑھ کر حضورؒ کی خدمت میں ارسال کرتا رہتا ہوں۔ حضرت صاحب نے فرمایا ہمیں بہو بختیار سنا ہے۔ تیسرا ہمارے میاں صاحب نے عرض کیا کہ میری عادت یہ ہے کہ نیاز نامے حضرت صاحبزادے

گل محمد صاحب کے نام ہمیشہ ارسال کرتا ہوں، مگر حضور اقدس کی خدمت میں بہ سبب ادب اور حیا کے کبھی ارسال نہیں کیا۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ گل محمد کی طرف ارسال کریں یا نہ کریں تمہاری مرضی، مگر ہماری طرف ضرور ارسال کیا کریں۔

تذکرۃ المحبوب میں ہے کہ حضرت زینت الاولیا نے فرمایا کہ تونسہ مقدسہ میں ہے کہ حضرت زینت الاولیا نے فرمایا کہ تونسہ مقدسہ میں ایکدفعہ ہمارے میاں صاحب رح حضرت صاحبزادہ گل محمد صاحب کے حجرۂ مبارکہ میں تشریف لے گئے۔ صاحبزادہ صاحب نے کمال شفقت و محبت سے فرمایا کہ میں ایک قسم کا راگ جانتا ہوں جس کے گانے سے بارش شروع ہو جاتی ہے۔ اگر آپ کی مرضی ہو تو میں ادا کروں۔ ہمارے میاں صاحب نے عرض کیا کہ بسم اللہ شروع فرمادیں۔ تب صاحبزادہ صاحب نے اپنے دونوں ہاتھ دروازۂ حجرہ پر مارتے ہوئے راگ گانا شروع فرمایا۔ تھوڑے دفعہ کے بعد سورج میں آثار بارش کے ظاہر ہو گئے۔ پس آپ نے ختم فرمادیا۔ اور فرمایا کہ میں وہ راگ بھی جانتا ہوں کہ اس کے گانے سے آگ پیدا ہو جائے لیکن خطرہ ہوتا ہے کہ کہیں میرے جسم میں سرایت نہ کر جائے۔ اس لئے نہیں گاتا۔ انتہی۔ تذکرۃ المحبوب میں ہے کہ ایک مرتبہ میاں ابراہیم صاحب ساکن لنگڑیال نے جو کہ حضرت مولنا کے خلفاء سے ہیں حضرت زینت الاولیاؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ ہمارے میاں صاحب

اور حضرت صاحبؒ کی باہمی مجلس ایسے ہوتی تھی جیسے حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس اپنے اصحاب کے ساتھ ہوتی تھی۔ حضرت زینت الاولیاءؒ نے فرمایا کہ بے شک اسی طرح ہوتی تھی۔

انتہی تذکرۃ المحبوب میں ہے کہ مولوی عبدالنبی صاحب فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں حضرت زینت الاولیاءؒ کے ہمرکاب تونسہ مقدسہ میں تھا کہ آپ نے سنا کہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب بہیڈیرا کا پوتا صاحب تونسہ مقدسہ میں آئے ہوئے ہیں۔ آپ نے استاذ قریشی صاحب سے پوچھا کہ کوئی پنکھا باقی ہے تاکہ ان کی خدمت میں ملاقات کے وقت پیش کیا جاوے۔ قریشی صاحب نے عرض کیا کہ پنکھا تو باقی کوئی نہیں، ایک جوڑا جراب کا موجود ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہی ٹھیک ہے۔ جراب لے کر آپ اُن کی خدمت میں تشریف لے گئے اور جوڑا جراب کا انکی خدمت میں پیش کیا۔ انہوں نے جوڑا جراب کا لے کر آنکھوں پر رکھ کر بوسہ دیا۔ اور فرمانے لگے کہ میرے جد مولوی عبدالرحمٰن صاحب حضرت مولانا کے ہمدرس رہے تھے۔ ایکمرتبہ تونسہ شریف میں حضرت مولاناؒ کی موجودگی میں تشریف لائے تو حضرت مولاناؒ کی ملاقات کے لئے بنگلہ کہڈی میں تشریف لے گئے تو میرے دادا صاحب نے حسب عادت قدیمہ حضرت مولانا صاحبؒ کے ساتھ علم ظاہری میں بحث شروع کر دی اور فرمایا کہ آپ سورۂ فاتحہ شریف کی تفسیر کریں۔ اس کے جواب میں حضرت مولانا نے فرمایا

کہ فلانی کتاب میں یہ تفسیر ہے اور فلانی میں یہ ہے۔ مگر اس کی تفسیر ہمارے صوفیہ صافیہ کے طریقہ میں یہ ہے کہ میرے دادا صاحب اس تقریر کو سنتے ہوئے وجد میں آکر بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو حضرت صاحب کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی مولوی صاحب مکھڈ والا اور یہ فقیر ہمدرسی کے زمانے میں آپس میں بہت بحث و گفتگو کرتے تھے۔ میں اُن سے کبھی مغلوب نہیں ہوا تھا۔ آج ایک بات سے انہوں نے مجھے مغلوب و بیہوش کر دیا ہے۔ تو یہ آپ کے درس کا اثر ہے۔ آپ نے جو سبق مولوی صاحب مکھڈ والے کو پڑھایا ہے، مجھے بھی پڑھا دیں۔ چند نوبت عرض کرنے کے بعد کسی وقت حضرت صاحب نے میرے دادا صاحب پہ نظر رحمت ڈالی۔ عقل و ہوش و صبر رخصت ہو گئے۔ تیرہ دن ماہی بے آب کی طرح تڑپ تڑپ کر جاں بحق تسلیم ہو گئے۔ انھیں ایام میں کسی وقت میرے دادا صاحب نے مولانا صاحب کو کہا کہ اب میں نے بھی اُستاد پکڑ لیا ہے۔ انتہیٰ

اس واقعہ میں ایک نقل مشہور ہے کہ حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ مولوی صاحب مکھڈی دو من عشق نوش کر گیا ہے اور یہ ایک رتی عشق کی بھی برداشت نہیں کر سکا۔ آہ سبحان اللہ۔ بیت

مبادا ہیچ دل بے عشق بازی   اگر باشد حقیقی یا مجازی،

تذکرۃ المحبوب میں ہے کہ حضرت زینت الاولیاءؒ نے فرمایا، کہ ایک شخص بزرگ جو کہ میاں چھجو مشہور تھا اور اس کی قبر موضع لسنگیال

میں حافظ یونس صاحب کے پاؤں میں ہے کبھی کبھی مکھڈ آتا تھا اگر
ہم بارہ دری سے باہر اپنے میاں صاحب کی خدمت میں سبق پڑھنے
میں مشغول ہوتے تو ہمارے گرد طواف کرتا۔ جس وقت ہمارے میاں
صاحب کی پیٹھ مبارک کے مقابل آتا تو بوسہ دیتا۔ اور اگر ہم بارہ دری
کے اندر سبق میں مشغول ہوتے تو بارہ دری سے باہر طواف کرتا رہتا۔
آہ سبحان اللہ۔

قدر زر، زر گر شناسد قدر جوہر جوہری

تذکرۃ المحبوب میں ہے کہ حضرت زینت الاولیاءؒ نے فرمایا کہ ایک
مرتبہ جب ہمارے میاں صاحبؒ تونسہ مقدسہ سے واپسی کے وقت
ڈیرہ اسمٰعیل خاں سے روانہ ہوئے تو ایک صوفی صاحب صفائی
ہمارے میاں صاحب کے پیچھے دوڑتا تھا اور بلند آواز سے کہتا تھا،
کہ یہ شخص کیمیاگر ہے الحق بیت

کیمیا ہست در وجود اولیاء لیکن داند آنکہ باشد از کیا

انتہی۔ تذکرۃ المحبوب میں ہے کہ حضرت زینت الاولیاءؒ نے فرمایا کہ ایک
مرتبہ ہمارے میاں صاحب جب تونسہ مقدسہ سے رخصت ہو کر روانہ
ہوئے تو ایک مرد صوفی آپ کے ہمراہ تونسہ مقدسہ سے رخصت کرنے کے
ارادے سے روانہ ہوا۔ جب شہر سے کچھ فاصلہ پر آپ نے اس صوفی سے
بغل گیری فرما کر اس کو رخصت کیا، اس پر آپ کی محبت کا ایسا غلبہ ہوا
کہ واپس ہونے سے عاجز ہو گیا۔ بمشکل واپس ہوا۔ اور واپس جا کر حضرت

صاحب کی خدمت میں زاری و نزاری سے عرض کی کہ مولوی صاحب میرا دل چھین کرلے گیا ہے۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ میری صحبت لازم پکڑ۔ چنانچہ اس عمل سے چند دن کے بعد اس کو آرام آیا۔ انتہی سبحان اللہ۔ بیت

کہر باداراند چوں پیدا کنند کاہ ہستی نرا شیدا کنند،
کہربائے خوش را پنہاں کنند زود ہستی ترا طغیاں کنند

تذکرۃ المحبوب میں ہے کہ حضرت زینت الاولیاءؒ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ ہمارے میاں صاحبؒ تونسہ مقدسہ سے واپس تشریف لا رہے تھے کہ راستہ میں ایک مرد سپاہی آپ کے ہمرکاب ہو گیا۔ رخصت ہونے وقت ایک جام جو اس کے پاس تھا، حضرت کی خدمت میں نذرانہ پیش کیا اور کہنے لگا کہ آپکی محبت میرے دل پر ایسی غالب ہو گئی کہ مجھے بے آرام کر دیا۔ میں چاہتا تھا کہ اپنی جان آپ پر نثار کر دوں، اس وقت میرے پاس نذر گذارنے کے قابل کوئی چیز نہ تھی۔ یہی ایک جام تھا، جو میں نے نذر گذرانا۔ اس نذر گذارنے کے بعد میرے دلِ شیدا میں کچھ آرام آیا۔ انتہی۔ الحق بیت

بزیر دلق مرقع کمندہا دارند درازدستی ایں کوتاہ آستیناں بیں

تذکرۃ المحبوب میں ہے کہ زینت الاولیاء نے فرمایا کہ ایک مرتبہ ہمارے میاں صاحبؒ تونسہ مقدسہ سے واپسی کے وقت موضع ٹبی میں تشریف لے آئے۔ وہاں ایک شخص نے حضرت کی گھوڑی کو اپنی گندم

کی فصل میں لے جا کر چرایا۔ اور خوب خدمت کی۔ اِس سال اسکا غلہ
ہمیشہ کے اندازہ سے بہت زیادہ ہوا۔ پھر دوسرے سال حضرت واپسی
کے وقت اس موضع میں نہ ٹھہرے۔ وہاں سے آگے تشریف لیگئے
اس شخص کو جب حضرت کے گذر جانے کا علم ہوا تو وہ دوڑتا ہوا آیا۔ اور
اپنے پاس لے جانے کیلئے بہت منت سماجت لیکن حضرت واپس نہ
ہوئے تب اس نے گھوڑی کا توبڑا دانے سے بھرا ہوا پیش کیا۔ اور
اگلے سال کی برکت کا قصہ کہا۔ انتہی

راقم آثم عرض کرتا ہے کہ واقعات سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ
حضرت مولانا کی مستقل رہائش شہر میں مسجد والے بنگلہ میں تھی۔ اور
شہر سے باہر جہاں اب بھی ایک مکان بارہ دری کے نام سے موسوم
و موجود ہے، جس کو حضرت زینت الاولیا نے شاید پختہ کیا اور کچھ
اضافہ بھی کیا اور اس میں کچھ اضافہ راقم آثم کے پیر و مرشد حضرت والد
بزرگوار کے زمانے میں ہوا، اس جگہ بارہ دری تھی۔ معلوم نہیں ہو سکا
کہ بعینہ یہی تھی یا اس سے کم و بیش اور مختلف صورت میں تھی۔ تا
بہرحال مکان بصورت بارہ دری ضرور تھا۔ جس میں حضرت مولنا
دن کے وقت اسباق اور وظائف کے لئے تشریف لے آتے تھے۔
اور اس کے قریب ایک تحلہ ہے جو کہ اب تک بعینہ موجود ہے۔
صرف اس کے گرداگرد ایک چھوٹی سی چار دیواری اب بنادی گئی
ہے۔ اگر نماز کا وقت یہاں ہو جاتا تو نماز بھی حضرتؒ اس بر ادا فرماتے

اور کسی وقت مجلس سماع اس محلہ پر اور کسی وقت بارہ دری کے صفہ میں منعقد فرماتے اور رات کو ضرور حضرت شہر اپنے بنگلہ میں تشریف فرما ہوتے۔

تذکرۃ المحبوب میں ہے کہ حضرت زینت الاولیاء نے فرمایا کہ ہمارے میاں صاحبؒ کی عادت مبارک تھی کہ سردی کے موسم میں رات کے وقت آپ بنگلہ شریف میں تنہا وظائف میں بسر فرماتے۔ ایک رات پیر محمد غوث کے ایماء پر دو نابکار حضرت کے قتل کے ارادہ سے مکانوں کی چھتوں کی راہ سے آئے۔ چونکہ بنگلہ شریفہ سے مشرقی دیوار سے کتنے گذر کر بنگلہ شریفہ کی چھت پر پیشاب وغیرہ خلفشار کرتے تھے۔ لہٰذا حضرت نے اس راستہ کو کانٹوں وغیرہ سے بند کرا دیا تھا۔ اب ان نابکاروں کو اسی راستہ ان کانٹوں سے گذرنا پڑا تو حضرت اس وقت وظیفہ میں مشغول تھے، کانٹوں سے گذرنے سے جب حضرت کو آہٹ محسوس ہوئی تو حضرت نے بلند آواز سے فرمایا کون ہے اور حسن اتفاق سے یا حضرت کی کرامت سے اُسی وقت محمد امین پرایچہ روشنی ہاتھ میں لئے ہوئے خدمت میں حاضر ہونے کے لئے آ گیا۔ تب ان نابکاروں کو بغیر فرار اور کوئی چارۂ کار نظر نہ آیا۔ محمد امین نے ان سے ایک کو پہچان لیا کہ قوم کا مراسی دیلو نام تھا۔ اور دوسرے کو نہ پہچان سکا۔ اس کے بعد مولاناؒ نے احتیاطاً میاں محمود دلا لگڑ ہی کو اپنی خدمت میں رکھنا شروع کر دیا

آہ راقم آثم نے زمانۂ طفولیت میں ایک بوڑھے سید کو دیکھا تھا کہ جکا گھر رنڈیالون والی مسجد کے قریب متصل گورستان تھا اور بالکل مفلس و غریب تھا۔ گداگری کرکے پیٹ پالتا تھا۔ وہ کہتا تھا کہ قصور اور گناہ ہمارے بزرگوں سے ہوا اور اس کا خمیازہ ہم اُٹھا رہے ہیں۔ اس بات کا مطلب یہ ہی کہ اس کے بزرگوں سے کوئی آدمی اُس مراسی کے ہمراہ تھا۔ واللہ اعلم

تذکرۃ المحبوب میں ہے کہ حضرت زینت الاولیاؒ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ تونسہ مقدسہ کے راستہ میں کسی خطرناک جگہ پر شب باشی کا اتفاق ہوگیا۔ اپنے میاں صاحب کی خدمت اقدس میں میں نے عرض کیا کہ آج رات میں چوکی داری کرونگا۔ کچھ وقت تو میں جاگتا رہا۔ لیکن کسی وقت نیند کے غلبہ سے میری آنکھ لگ گئی۔ رات کا کوئی وقت تھا کہ حضرت نے مجھے آواز دی، اس پر میں بیدار ہوا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت اپنی چوپان میں تشریف رکھتے ہیں۔ اور یہ ہندی شعر پڑھ رہے ہیں۔ شعر

بھوک نہ پچھدی لوت عشق نہ پچھدا ذات ‏ ‏ ‏ نیند نہ پچھد سوت اپوئیں وہانڑیں رات

تذکرۃ لمحبوب میں مولوی عبدالنبی صاحب فرماتے ہیں کہ حضرۃ زینت الاولیا نے جب تونسہ مقدسہ سے آخری دفعہ مراجعت فرمائی تو اپنے ہمراہ شرح مثنوی کے چند متفرق اجزا قیمت ایک روپیہ پر خرید کر لیتے آئے۔ انکو دیکھ کر میرے دل میں خیال گزرا کہ یہ اوراق کس کام کے ہیں ان پہ تو رقم ضائع کی گئی ہے۔ حضرت نے مولوی غلام حسین صاحب

تنولی کو فرمایا کہ ان اوراق کو دیکھو، ان میں سے کوئی سالم کتاب کبھی لکھی ہے یا نہیں۔ مولوی صاحب نے بعد مطالعہ عرض کیا کہ ایک کتاب فیوض اللہ شرح مثنوی تمام ہے۔ اور عرض کیا کہ ایک مصرعہ کی شرح نظر سے گذری ہے، مصرعہ یہ ہے:-

علمِ حق در علمِ صوفی گم شود

شارح لکھتا ہے کہ اس مصرعہ میں قلب ہے۔ اسکا معنیٰ یہ ہے کہ صوفی کا علم اللہ جل شانہٗ کے علم میں گم ہو جاتا ہے۔ اس وقت صوفی اللہ جل شانہٗ کے علم سے سب اشیاء کا عالم ہو جاتا ہے۔ یہ بات سن کر حضرت زینت الاولیاءؒ نے فرمایا کہ صحیح ہے اور فرمایا کہ اس جگہ ایک سید عیسیٰ شاہ، غلام علی شاہ کا والد تھا۔ وہ اپنے قبیلہ سے الگ ہو کر ہمارے میاں صاحب کی بیعت سے مشرف ہوا۔ اس کی باقی برادری سب غیر متشرع تھی۔ اور اس کو طعنہ دیتے تھے کہ سید ہو کر ملّا کا غلام ہو گیا۔ اپنی سیادت کو دھبہ لگا دیا۔ القصہ عیسیٰ شاہ کی یہ عادت تھی کہ ہمارے حضرت میاں صاحبؒ جب بارہ دری سے شہر کی طرف بسواری چوپان تشریف لے جانے کا ارادہ فرماتے تو عیسیٰ شاہ طلباء کے ہمراہ چوپان اٹھاتا۔ وسطِ راہ میں ایک درخت بیری کا تھا، جس کو تند ہوا نے ۱۳۳۳ھ ہجری میں توڑ دیا۔ جب حضرت کا چوپان وہاں پہنچتا تو عیسیٰ شاہ کے دل میں خطرہ گذرتا کہ اگر کوئی طالب علم اس جگہ مجھ سے چوپان لے لیتا تو اچھا ہوتا، کیونکہ شہر کے دروازہ سے باہر میری برادری کے اشخاص اپنی بدکاری کو

ہیں مشغول ہوتے ہیں، مجھے اس حالت میں دیکھ کر اپنی زبان درازیوں سے مجھ کو تنگ کریں گے۔ معاً اسی وقت ہمارے میاں صاحب کسی طالب علم کو مخاطب کر کے فرماتے کہ علیشی شاہ سے چوپان لے لے کہ یہ بیچارہ تھک گیا ہے۔ چنانچہ حسب الحکم وہ چوپان اُٹھا لیتا۔ چند عرصہ تک یہی عادت روزمرہ جاری رہی - ایک دن علیشی شاہ کے دل میں خیال گذرا کہ جب میں حضرت مولٰنا کا مرید اور غلام ہو چکا ہوں مجھے برادری کی طعنہ زنی سے کیا اندیشہ! وہ لوگ جو کچھ چاہیں کہتے رہیں میرا اس خیال اور خوف طعن سے نقصان ہو رہا ہے - آج کے بعد اگر حضرت نے کسی کو چوپان اُٹھانے کا ارشاد فرمایا، تو میں التجا کر کے خود اُٹھانے کی عرض کروں گا اور کسی کو چوپان نہ دونگا۔ جب علیشی شاہ نے اپنے دل میں یہ عزم مصمم کر لیا، اس دن حضرت نے چوپان علیشی شاہ سے لے لینے کے متعلق کسی کو نہ فرمایا۔ تب علیشی کو یقین کامل ہو گیا کہ حضرت میرے دل کے خطرے سے واقف ہو کر دوسرے آدمی کو چوپان لینے کا فرمان کرتے تھے۔ اب میرے اس خطرے سے مطلع ہو کر آپ نے ارشاد نہ فرمایا - انتہٰی

پھر حضرت زینت الاولیاؒ نے دوسرا قصہ ذکر فرمایا کہ ایک مرتبہ ہمارے میاں صاحب تونسہ مقدسہ جانے کے ارادے سے روانہ ہو کر کالاباغ رونق افروز ہوئے۔ وہاں موجودہ عیدگاہ کی غربی جانب یک مکان حضرت کا تھا۔ جو کہ بعد میں دریا کی طغیانی سے گر کر ختم ہو گیا۔

اس اپنے مکان میں حضرت نے قیام فرمایا اور روٹی کا انتظام ملک کالا باغ کی طرف سے تھا اور ملک صاحب کا مختار قاضی محمد شفیع تھا روٹی لاکر کھلانے کا انتظام اس کے سپرد تھا۔ چنانچہ اس نے روٹی حاضر کر کے سب معرکہ کو کھلادی۔ اس کے دل میں ارادہ تھا کہ روٹی کھلانے سے فارغ ہو کر میں اپنے گھر جا کر روٹی کھاؤں گا۔ پھر گھوڑی پر سوار ہو کر حضرت کے ہمراہ کسی حد تک جا کر رخصت لوں گا۔ جب وہ گھر پہونچا اور روٹی کھانے میں مشغول ہوا، اس کو کچھ زیادہ دیر لگ گئی، اس کو اطلاع ملی کہ حضرتؒ تو تشریف لے گئے ہیں۔ قاضی صاحب مذکور جلدی سے گھوڑی کو زین در کر کے سوار ہو کر حضرتؒ کے پیچھے روانہ ہوا۔ مگر چونکہ حضرت کے جوپان بردار بہت تیز چلتے تھے۔ قاضی بہت پیچھے رہ گیا۔ اس وقت وہ دل میں خیال کرنے لگا کہ حضرت مولانا بہت بے پرواہ ہیں، آپ جلدی کے ساتھ بسواری جوپان روانہ ہو گئے اور لوگوں کو اپنی زیارت سے محروم کر دیا۔ آپ کے لئے مناسب تو یہ تھا کہ آپ شہر سے روانگی کے وقت گھوڑی کی سواری سے آہستہ آہستہ تشریف لے جاتے۔ تاکہ سب لوگ زیارت سے مشرف ہو سکتے اور کسی شہر کے داخلہ کے وقت بھی آپ یہی طریقہ اختیار فرماتے۔ تاکہ استقبال کرنے والے لوگ بھی آسودگی سے مشرف ہو سکتے۔ القصہ قاضی مذکور بہت کوشش تگ و دو کے بعد موضع کرمشانی کے قریب حضرت کی جوپان کے پاس پہونچا۔ اس وقت ہمارے میاں حضرت

نے قاضی کو مخاطب کر کے فرمایا کہ قاضی اپنی گھوڑی سواری کے لئے
مجھے دیدیجئے۔ کہ کرمشانی قریب آگیا ہے اور لوگ آشنا میری ملاقات
کے لئے جوآدیں گے۔ اس صورت میں آسانی سے ملاقات کر سکینگے
جو پاپیادہ ملاقات مشکل ہوتی ہے کہ جو پاپیادہ بہت تیز چلتے ہیں۔
قاضی مذکور نے حسب الحکم گھوڑی پیش کی۔ اور حضرت اس پر سوار ہوگئے
قاضی سمجھ گیا کہ میرے خطرے سے مطلع ہو کرآپ نے ایسا کیا ہے۔
جس سے اس کو ندامت حاصل ہوئی۔

القصہ حضرت نے وہاں سے تا شہر گھوڑی کی سواری فرمائی۔
جب مکان رہائش پر تشریف لے گئے۔ تو آپ نے کسی قارورہ
میں پیشاب کر کے قاضی کی طرف بھیجا۔ وہ پیشاب خالص خون تھا
اور فرما بھیجا میرا یہ حال ہے۔ اس لئے میں گھوڑی کی سواری سے
معذور ہوں۔ قاضی یہ پیغام سنکر سخت نادم و شرمندہ ہوا۔ انتہی سبحان اللہ

مثنوی:۔

حاجتش نبود بقول و فعل خوب ۔۔۔ اَحْذَرُوْهُمْ هُمْ جَوَاسِيْسُ الْقُلُوْب
سمع و بصرش را دلیل از حق بود ۔۔۔ زانکہ در حق فانی مطلق بود
چونکہ بی یبصر و یسمع شد عیاں ۔۔۔ وَتُحِدُ الْاِثْنَيْنِ قَدْ تَمَّ الْبَيَان

تذکرۃ المحبوب میں ہے کہ حضرت زینت الاولیاء نے فرمایا کہ
ہمارے میاں صاحب کی خدمت میں دو طالب علم درس کے لئے
حاضر ہوئے۔ ایک کا نام میاں دولت تھا، ظاہر میں اسکی صورت

غیر منشرع تھی - دوسرا نام غیر معلوم صوفیانہ صورت میں تھا۔ ہمارے
میاں صاحب نے صوفی کو اقامت سے انکار فرما دیا اور میاں دولت
کو اقامت کی اجازت بخش دی - اس پر چند لوگوں نے تعجب
کیا، خصوصاً میاں غلام محی الدین پراچہ نے، جو کہ فقیہہ تھا اور درس
فقہ کا دیتا تھا - اس نے برملا کہا کہ جو شخص اقامت کے لائق تھا اسکو
میاں صاحب نے جواب دیدیا - اور جو نا اہل تھا اس کو اجازت اقامت
بخش دی - اگر اس صوفی کی روٹی کا بندوبست ہو جاوے تو اس کو
سبق میں پڑھاؤں گا - مگر اتفاق سے اس کی روٹی کا بندوبست نہ
ہو سکا جس کی وجہ سے وہ واپس جانے کے لئے کنارہ دریا پر گیا تاکہ
کشتی پر سوار ہو کر کسی اور جگہ چلا جاؤں - میاں غلام محی الدین پراچہ
بھی بطور مشایعت اس کے ساتھ کنارہ دریا تک گیا، لیکن کشتی پر
سوار کرنے سے پہلے واپس آگیا - وہ صوفی وش کشتی پر سوار کرنے سے
پہلے واپس آگیا - وہ صوفی وش کشتی کو چھوڑ کر کسی اور طرف روانہ ہوگیا
چند دن کے بعد موضع چکی شیخ جی سے کوئی آدمی آیا۔ اس نے کہا کہ ایک
طالب علم صوفی وش وہاں سے چند کتابیں چرا کر لایا ہے اور ہمیں اطلاع
ملی ہے کہ مکھڈ کی طرف گیا ہے، لہٰذا میں اس کے پیچھے آیا ہوں، تب
سب کو حضرت کے معاملہ کا سر معلوم ہوا - اور میاں دولت عاداتِ حسنہ
کا مالک ہو گیا - انتہٰی سبحان اللہ!

تذکرۃ المحبوب میں ہے کہ حضرت زینت الاولیاءؒ نے فرمایا کہ

ہمارے میاں صاحبؒ ایک مرتبہ تونسہ شریف کی واپسی میں جب ڈیرہ اسمٰعیل خاں رونق افروز ہوئے میرے ماموں صاحب وہاں خوانین کے بچوں کے معلم تھے۔ میں نے ارادہ کیا کہ ان کی ملاقات کیلئے جاؤں اتفاقاً ایک حافظ جو کہ میرے ماموں صاحب کا شاگرد تھا، مجھے مل گیا اس نے بتایا کہ تمہارے ماموں صاحب کو مع ان خوانین کے جن کے پاس رہتے تھے، نلاں نواب نے قید کر لیا ہے۔ اس خبر سے مجھے نہایت پریشانی غمنا کی لاحق ہوئی۔ اور حافظ مذکور کے ہمراہ قید خانے میں جاکر ماموں صاحب سے ملاقی ہوا۔ ماموں صاحب نے مجھے فرمایا کہ ہماری رہائی کے لئے حضرت مولوی صاحبؒ سے کوئی وظیفہ پوچھکر مجھے پہونچاؤ۔ چنانچہ حسب الحکم اپنے میاں صاحب کی خدمت میں عرض کی۔ آپ نے کوئی وظیفہ فرمایا۔ وہ وظیفہ مع ترتیب حافظ مذکور کی وساطت سے ماموں صاحب کو پہونچادیا اور ہم مکھڈ کی طرف روانہ ہوآئے۔ چند عرصہ کے بعد میرے ماموں صاحب، مکھڈ تشریف لائے۔ انہوں نے ذکر فرمایا کہ میں نے وہ وظیفہ حسب فرمودہ پڑھنا شروع کیا۔ ایک رات میں نے خواب میں ایک خوبصورت شخص دیکھا اس نے فرمایا کہ (وہ کام ہوگیا اور یہ بھی ایک پاس رات کا باقی ہے) میں فوراً بیدار ہوگیا۔ مجھے اچھا تامل کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ واقعی رات سے ایک پہر باقی ہے لیکن باقی الفاظ کی بابت تعبیر میں حیران تھا۔ صبح کے وقت اطلاع ملی کہ

وہ تو اب جو قید کرنے والا تھا قتل ہو گیا (وہ کام ہو گیا) اور یہ کام بھی) کے معنی ایسی نکلے کہ سب قیدی رہا ہو گئے۔ اب ماموں صاحب نے فرمایا کہ رہائی کے بعد مجھے وہ وظیفہ فراموش ہو گیا۔ اگر تم کو یاد ہو تو بتاؤ میں نے کہا کہ مجھے تو یاد نہیں۔ ماموں صاحب فرمایا کہ حضرت سے استغفار کر کے مجھے بتاؤ۔ حسب الحکم میں نے اپنے میاں صاحب کی خدمت میں عرض کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ مجھے کیا معلوم کونسا وظیفہ تھا۔ ماموں صاحب نے مایوس ہو کر فرمایا کہ حضرت نے ہمارا مشکل کام حل فرما کر اپنا وظیفہ واپس لے لیا۔ انتہی۔ الحق۔ بیت

اولیاء راست قدرت از الہ   تیر جستہ باز گرد اندازہ،

تذکرۃ المحبوب میں ہے کہ حضرت زینت الاولیاءؒ نے فرمایا کہ کہنڈ میں ایک شخص تھا کہ جو کسی اور بزرگ کا مرید تھا اور حضرت مولانا کی خدمت میں حاضر ہوتا رہتا تھا۔ اور وہ رات یا رحمٰن جہر سے پڑھتا تھا تاکہ شہر سے اس کی آواز ہم کو بارہ دری میں مطالعہ کے وقت پہونچتی تھی جب وہ شخص مرض الموت میں گرفتار ہوا، زبان اسکی بالکل بند ہو گئی، اور وہ بے ہوش ہو گیا۔ ہمارے میاں صاحب بارہ دری سے تھہ کیطرف تشریف لے جا رہے تھے کہ کسی نے اس شخص کی حالت عرض کی، حضرت اس کے گھر تشریف لے گئے۔ کچھ دیر حضرت نے اپنا ہاتھ مبارک اس کے سینے پر رکھا، فوراً اس کی زبان کھل گئی اور یا رحمٰن کا جہر اس نے شروع

کر دیا۔ آپ واپس تشریف لے گئے ابھی حضرت شہر کی مسجد تک پہنچے تھے کہ اس شخص کے فوت ہو جانے کی اطلاع آگئی۔ ہمارے میاں صاحب نے فرمایا کہ ہمارے ساتھ جو لوگ تعلق رکھتے ہیں اسی دن کے لئے رکھتے ہیں) یعنی اس تعلق کا فائدہ یہی ہے کہ ہم ان کی اس دن امداد کریں۔ انتہی سبحان اللہ

بندگانِ خدا خدا نبیند ایا از خدا جدا نبیند

تذکرۃ المحبوب میں ہے کہ حضرت زینت الاولیاء نے فرمایا کہ ہمارے میاں صاحب کی عادت مبارک تھی کہ عبداللہ شاہ جو کہ نوری پیر کے لقب سے مشہور ہے اس کے مزار پر کبھی کبھی فاتحہ خوانی کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔ اتفاقاً ایک مرد صوفی جو کہ کسی اور طریقہ میں داخلِ بیعت تھا، یہاں وارد ہوا۔ اس صوفی کو جب حضرت کے وہاں جانے کا علم ہوا تو کہنے لگا کہ ہمارے پیر تو کہتے تھے کہ عبداللہ شاہ کی ہڈیاں بھی جل گئی ہیں۔ اور تعجب ہے کہ مولوی صاحبؒ باوجود اس کمالیت کے جس کے بیان سے زبان عاجز ہے، عبداللہ شاہ کے مزار پر امداد لینے کے لئے تشریف لے جاتے ہیں۔ جب حضرت کی خدمت میں یہ قول کسی نے عرض کیا تو حضرت نے فرمایا کہ میں عبداللہ شاہ کی اللہ تعالیٰ کی جناب میں مغفرت مانگنے کے لئے جاتا ہوں۔ اس سے کچھ مانگنے کے لئے نہیں جاتا۔ انتہی

تذکرۃ المحبوب میں ہے کہ حضرت زینت الاولیاؒ نے فرمایا کہ
ایک مرتبہ ہمارے میاں صاحب کی خدمت میں عیسیٰ شاہ کے ہمراہ
ایک سیّد رافضی پیر چھ انگلہ کی اولاد سے آیا، اس کے آنے کے متعلق پہلے
کسی نے عرض کیا تھا۔ جب وہ سیّد صاحب آئے تو حضرت اس کی
تعظیم کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے اور نہایت تعظیم سے اس کو اپنے پاس
بٹھایا۔ اور نہایت نرمی و مہربانی سے اس کے ساتھ گفتگو شروع فرمائی۔
حضرت نے فرمایا کہ شاہ صاحب آپکو چھ انگلہ کیوں کہتے ہیں۔ اس
نے کہا کہ معلوم نہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ شاید آپ کے خاندان کے
کسی بزرگ کی چھ انگلیاں ہوں گی۔ شاہ صاحب کے ہاتھ میں گجرے
تھے اور مہندی لگی ہوئی تھی۔ اور لمبی لمبی مونچھیں تھیں۔ حضرت نے
فرمایا کہ شاہ صاحب آپ نے یہ گجرے کتنی قیمت پر خریدے ہیں؟
درمیان میں کوئی اور شخص بولنے لگا۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ میں شاہ
صاحب سے پوچھتا ہوں تب شاہ صاحب نے ان کی کوئی قیمت
بتائی۔ حضرت نے فرمایا کہ آپ ہاتھوں پر مہندی کا رنگ بہت
خوبصورت معلوم ہو رہا ہے اور آپ کے یہ شاہ پر نہایت خوبصورت
ہیں۔ جب حضرت کی مجلس سے باہر گیا تو دریا کے کنارے پر جا کر
وضو کر کے اپنے کان پکڑ کر کہنے لگا کہ یہ تو مولوی نہیں مولیٰ ہے۔ اس
کلمہ کو مکرر کہتا رہا تھا۔

راقم آثم کو اپنے پیر مرشد حضرت والد بزرگوار سے اس طرح یاد ہے کہ اس قصہ کے متعلق آپ نے فرمایا کہ حضرت نے شاہ صاحب کے گجرے اور مہندی اور شاہ پروں کی تعریف فرمانے کے ساتھ یہ کلمہ بھی فرمایا کہ آپ کو یہ چیزیں بہت خوبصورت معلوم ہو رہی ہیں۔ مگر شریعت میں یہ کام ناجائز ہیں تو شاہ صاحب نے اسی وقت گجرے توڑ ڈالے اور شاہ پر کٹوا ڈالے اور تائب ہوگیا اور کلمہ مذکورہ زبان پر لایا۔ انتہیٰ۔

تذکرۃ المحبوب میں ہے کہ حضرت زینت الاولیاؒ نے فرمایا کہ میں جب کہ حضرت مولاناؒ سے عبداللہ یزدی پڑھتا تھا۔ انھیں ایام میں تونسہ مقدسہ کی حاضری نصیب ہوئی۔ وہاں ایک ہندوستانی مولوی آیا ہوا تھا۔ ہر روز میرے ساتھ سبق کی تکرار کرتا اور مجھے ہندوستان جانے کی ترغیب دیتا تھا۔ ہمارے میاں صاحب کو اس کی ترغیب پر کسی وجہ سے اطلاع ہوگئی۔ ایک دن مجھے سبق پڑھا کر فرمایا کہ آج ہندوستانی مولوی سے تکرار کرو۔ جب بموجب عادت میں نے اس مولوی کے ساتھ تکرار شروع کی۔ اس مولوی کو کچھ بھی نہیں آتا تھا گویا اس کا علم بالکل مسلوب ہوگیا۔ پس میرا دل اس کی ترغیب سے برداشتہ ہوگیا۔ الحمدللہ انتہیٰ۔

راقم آثم نے میاں احمد خوشابی سے سنا جو کہ کافی عرصہ تک حضرت زینت الاولیاؒ کی خدمت میں حاضر رہا اور حضرتؒ کو اس کی قوالی بہت

پذ کلی۔ حضرت مولاناؒ کے ہندی اشعار آپ اس سے اکثر اوقات سنتے سنتے، کہ حضرت زینت الاولیاؒ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ ہمارے میاں صاحبؒ تونسہ شریف کی واپسی کے موقعہ پر ڈیرہ اسمٰعیل خاں جب تشریف لے آئے وہاں چند مولوی صاحبان جمع ہو کر حضرت کی خدمت میں سماع کے متعلق بحث کرنے کے لئے آئے۔ جب خدمت میں حاضر ہوئے تو سب پر حضرت مولاناؒ کی ہیبت طاری ہو گئی اور مجال گفتگو نہ رہی۔ مگر ایک مولوی صاحب جو نہایت شوخ و جری تھا اس نے جرأت کر کے کہا کہ طریقہ محمدیہ میں تو سماع حرام ہے آپ کیوں سنتے ہیں؟ حضرت مولانا نے جلال میں آکر فرمایا کہ طریقہ الہیہ میں تجھے دکھا دیتا ہوں کہ کیا ہے۔ جس پر وہ خاموش ہو گیا اور مجال نطق بند ہو گئی۔ اس پر غیرت الہٰی کا ایسا اثر ہوا کہ وہ مولوی مع خانماں چند ایام میں تباہ و برباد ہو گیا۔ انتہیٰ!

سبحان اللہ۔ حضرت مولانا اپنی ایک غزل میں فرماتے ہیں بیت

الحذر اے منکر از تیغ خوں افشاں دلق تیز تر آہ دردمنداں تیغ بران است

مولانائے روم فرماتے ہیں بیت

کز بریدن تیغ را نبود حیا پیش ایں فولاد بے اسپر میا

راقم آثم نے میاں عبدالمجید صاحب مرحوم کی زبانی سُنا کہ حضرت مولانا جب حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت و خلافت سے مشرف و ممتاز ہو کر مکھڈ واپس تشریف لائے۔

اس وقت مولوی کعب ظہیر صاحب ساکن اخلاص مکھڈ میں تدریس کرتے تھے۔ ایک دن اتفاقاً حضرت مولاناؒ اور مولوی کعب ظہیر صاحب کسی شادی پر مدعو ہونے کی وجہ سے جمع ہو گئے۔ نکاح خوانی کے بعد قوالی شروع ہوئی۔ مولوی صاحب اٹھ کھڑے ہوئے۔ حضرتؒ نے مولوی صاحب کا دامن پکڑ کر فرمایا کہ (بیٹھو مولوی صاحب تم کو ایک نکتہ سمجھائیں) مگر مولوی صاحب دامن چھڑا کر چلے گئے اور چند عرصہ کے بعد اپنے گھر چلے گئے۔

جب توفیق الہی سے حضرت مولانا کی بیعت سے مشرف ہوئے تو افسوس کرتے تھے کہ میں نے اُس وقت حضرت کا فرمان کیوں نہ مانا اور اتنا عرصہ کیوں ضائع کیا۔ انتہیٰ۔

راقم آثم نے حضرت خواجہ محمود عالم غریب نواز تونسوی رحمتہ اللہ علیہ کی زبان مبارک سے سنا کہ جب حضرت مولانا کا شہرہ ہو گیا اور اخلاص و پنڈی گھیپ کے لوگ جوق در جوق سلسلۂ غلامی میں داخل ہونے لگ گئے تو مولوی صاحب نے خیال کیا کہ وہ تو ایک بدعتی شخص ہے سماع سنتا ہے اور اتنے لوگ انکی بیعت ہو کر گمراہ ہو رہے ہیں، یہ لوگ تو میرے کہنے سے نہیں رکتے۔ مکھڈ جا کر اُن کو اس بدعت کے کام سے منع کروں۔ تاکہ مخلوقاتِ خدا کا نقصان نہ ہو۔ چنانچہ اس ارادہ کے ماتحت اخلاص سے روانہ ہو کر مکھڈ پہنچے۔ حسنِ اتفاق سے جب حضرت کی بارہ دری کے قریب پہنچے۔ اس وقت مجلس سماع منعقد تھی۔ سماع شروع تھا۔

جیسے ہی مولوی صاحب کے کان میں آواز سماع پہونچی اُن پر وجد کی حالت طاری ہو گئی۔ اور بیخود ہو کر حاضر خدمت ہوئے اور حضرت مولنٰا کی قدمبوسی سے مشرف ہو کر عرض کرنے لگے کہ میں اب تک کافر تھا مجھے مسلمان کرو۔ حضرت مولنٰا نے فرمایا کہ صبر کرو۔ تم بھی اسی شخص کے ہاتھ میں ہاتھ دو جس کے ہاتھ میں میں نے ہاتھ دیا ہے۔ مولوی صاحب نے کہا کہ کیا معلوم کہ وہاں تک جانے سے پہلے میں مر جاؤں تو اسی طرح کافر مر جاؤں۔ چنانچہ ان کے اصرار سے حضرت نے ان کو بیعت سے مشرف کر لیا۔ دوسرے سال مولوی صاحب فقہ کی کوئی کتاب فروخت کر کے ایک دوتارہ خرید کر لائے۔

مطلب یہ کہ چونکہ مولوی صاحب کو سماع کے ذریعہ سے وصال مطلوب حقیقی میسر ہوا، اس لئے ان کے دل میں ہر چیز سے آلہ سماع کی عزت زیادہ ہو گئی۔ انتہی۔ سبحان اللہ کیا خوب کہا ہے کسی نے شعر

اک نظر جس پڑے کہتا پھرے　　من ندیدم چونتو ہرگز دلبرے
جس نے دیکھے نین متوالے ترے　　مست و بیخود وہ نہو تو کیا کرے

اس کے بعد ہر سال حضرت کے ہمراہ تونسہ مقدسہ جاتے اور چلّہ گذارتے حتیٰ کہ ان کی وفات بھی تونسہ مقدسہ میں ہوئی۔ ان کا مزار غربی گورستان میں حضرت صاجزادہ گل محمد صاحب کی حویلی سے متصل غربی جانب ہے۔ انتہی۔

راقم آثم نے اپنے پیر و مرشد حضرت والد بزرگوار کی زبان مبارک سے سنا کہ آپ نے فرمایا کہ حضرت مولانا کے حلقۂ غلامی میں پنڈدادنخاں کے علاقہ کے لوگ بکثرت تھے، اور عرس شریف پر حاضر ہوتے۔ ایک مرتبہ ان لوگوں کا حد سے زیادہ ہجوم ہو گیا۔ چونکہ لنگر کا انتظام قیم پراچہ کے ہاتھ میں تھا۔ کثرت ہجوم کی وجہ سے منتظمین تنگ ہو گئے۔ ایک شخص پراچہ جو حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا حضرت نے پوچھا کہ روٹی کا کیا حال ہے؟ اور سحر کہ کیسے روٹی مہمانوں کو کھلا رہے ہیں۔ اس نے عرض کیا یا حضرۃ روٹی کا تو کافی انتظام ہے مگر کھلانے والے اور دینے والے تنگ آ گئے ہیں اور روٹی تقسیم کرتے کرتے تھک گئے ہیں کہ مخلوق بکثرت ہے۔ اس بات سے حضرت کو ملال آ گیا اور فرمایا کہ اچھا نہیں آدیں گے۔ چنانچہ اس دن سے اس علاقہ کے لوگوں میں کمی شروع تا حدیکہ اب اس علاقہ سے کوئی ایک آدمی بھی نہیں آتا۔ باوجودے کہ اب تک وہاں حضرت کے غلام موجود ہیں۔ انتہی

تذکرۃ المحبوب میں ہے کہ حضرت زینت الاولیاءؒ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ ہمارے میاں صاحب بارادہ سفر تونسہ مقدسہ جب شہر مکھڈ کے دروازہ کے پاس تشریف لائے۔ راقم کو اپنے پیر و مرشد سے اس طرح یاد ہے کہ آپ نے فرمایا کہ حضرت مولاناؒ کی آمد و رفت شہر سے بارہ دری کی طرف اور بارہ دری سے شہر کی طرف اکثر موری والے

راستے سے ہوتی ۔شہر کے دروازے کی طرف سے آپ نے آنا جانا بند کیا ہوا تھا کہ اس طرف سنگھ حاکم کا مسکن تھا ۔ اور مخلوق خدا اس کے ظلم کا نشانہ ہوتی تھی اس لئے آپ اُس راستہ سے کنارہ فرماتے ۔ ایک دن اسی راستہ سے دروازۂ شہر کے پاس تشریف لے آئے تو آپ نے دیکھا کہ ایک چوہڑا دروازۂ قلعہ کے ساتھ لٹک رہا ہے ۔ حضرت نے اس کا سبب پوچھا ۔ حاضرین نے عرض کیا کہ سنگھ حاکم شہر نے اس کو یہ سزا دی ہے ۔ حضرۃ کو اس کی حالتِ زار پر رحم آیا ۔ اور کسی آدمی کو آپ نے حکم فرمایا کہ (جا کر سنگھ ہوراں نوں کہو کہ اس بیچارہ نوں چھڈ دیں) حسب الحکم اس شخص نے حضرت کا پیغام سنگھ تک پہونچایا ۔ جو کہ اوپر کسی بالاخانہ میں بیٹھا تھا ۔ سنگھ اپنی حکومت کے نشہ سے مست ، حضرۃ کا یہ فرمان سن کر بولا (جا جا مولوی تیرا کی اے) اس پر حضرت خاموش ہو کر تو لنسہ مقدسہ کی طرف تشریف لے گئے ۔ بعدہٗ وہ چوہڑا کسی طریقہ سے رہا ہو کر بھاگ گیا ۔ اور اس سنگھ حاکم کی گرفتاری حکم لاہور سے آ گیا ۔ جب وہ سنگھ قید سے چھوٹا تو وہ ملکھڈ آیا ۔ اس وقت حضرت کا وصال ہو چکا تھا ۔ اور روضہ مقدسہ تیار ہو رہا تھا ۔ تو وہ سنگھ حضرت کے مزار پر حاضر ہو کر کان پکڑ کر نہایت عجز سے عرض کرتا تھا کہ میرا قصور معاف کر دو ، تو تو مولوی نہیں مولانا ہے ۔ انتہیٰ ۔ سبحان اللہ

راقم آثم نے قاضی حفیظ اللہ عیسیٰ خیلی سے سنا کہ وہ کہتا تھا کہ ایک شخص قوم شیخ ساکن موضع گدڑانوالہ مضافات عیسیٰ خیل سے تھا اور

س کا کسی فاحشہ عورت سے تعلق تھا۔ بالآخر وہ اس فعل بد سے تائب ہو کر حضرت مولانا کی خدمت میں حاضر ہو کر طالب بیعت ہوا چنانچہ حضرت نے اس کو اپنی بیعت سے مشرف فرمالیا۔ تقریباً عرصہ ایک سال تک تو وہ اس توبہ پر مستحکم رہا۔ اتفاقاً ایک دفعہ وہ فاحشہ کہیں راستہ میں اس کو مل گئی اور طعن و تشنیع سے اس کو پھسلایا اور فعل بد پر اکسایا۔ چنانچہ وہ شخص غلطی کرکے اس فاحشہ کے دام میں پھنس کر پھر اس کے پاس چلا گیا لیکن مباشرت پر قادر نہ ہو سکا جس کی وجہ سے نہایت شرمندہ ہوا۔ اب اس کو دوسری خجالت یہ لاحق ہوئی کہ میں نے اپنے پیر و مرشد کے سامنے توبہ کی تھی، اس کو بھی میں نے توڑ دیا اور اس فاحشہ کے سامنے بھی شرمندہ ہوا۔ چنانچہ اس واقعہ کے بعد جب وہ شخص حضرت مولانا کی خدمت میں حاضر ہوا تو نہایت شرمندہ و نادم ہو کر حضرت کی مجلس میں بیٹھ گیا۔ تو حضرت نے اس کو مخاطب کرکے فرمایا کہ میں نے تیری توبہ اللہ تعالیٰ سے منظور کرائی ہے اگر تو اس پر مستحکم رہا تو فبہا ورنہ اپنی عورت کے بھی قابل نہیں رہے گا۔ انتہی۔

تذکرۃ المحبوب میں مولوی عبدالنبی صاحب، میاں شمس الدین صاحب لنگڑیالی سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ جبکہ مولانا تونسہ مقدسہ کی طرف بسواری چوپان روانہ ہوئے، میں بھی چوپان برداری کی خدمت سے مشرف تھا۔ جب ہم کافر کوٹ کے قریب پہنچے تو تخمیناً بارہ کوس کی مسافت میں بہت گھنا جنگل تھا اور

راستہ دشوار گذار تھا۔ اس لیے حضرت نے وہ راستہ ترک فرما کر کشتی پر سوار ہوئے۔ اتفاقاً میرے انگوٹھے پر ایک تختہ لگ گیا جس کی وجہ سے مجھ میں چلنے کی طاقت بھی نہ رہی۔ میں سخت حیران و پریشان تھا کہ کل جب کہ حضرت کشتی سے اتر کر خشکی کا سفر اختیار فرمادیں گے، میں چوپان کس طرح اُٹھاؤں گا۔ اسی پریشانی میں میرے دل میں ایک خیال آگیا جس کو میں عمل میں لایا۔ یعنی جس وقت حضرتؒ نے اپنا قدم مبارک زمین پر رکھا میں نے حضرت کے اثر قدم سے ریت اٹھا کر اپنے زخم پر ڈالی۔ بمجرد اس عمل کے میرا سب درد کافور ہوگیا گویا اس کو ضرب پہونچی ہی نہ تھی۔

الحمد للہ وہاں سے ہم روانہ ہو کر رات کسی بستی میں پہونچے۔ وہاں ایک مسجد میں ڈیرا کیا۔ چونکہ موسم سردی کا تھا۔ حضرت کی چارپائی اندرون مسجد تھی۔ اور باقی سب خدام نیچے زمین پر سوئے۔ اور سامان ایک گوشہ میں جمع کر دیا۔ اس میں اشیاء خوردنی بھی تھیں اور محمد امین پراچہ جو کہ لنگر کے اسباب کا ذمہ دار تھا اسی سامان کے ساتھ تکیہ لگا کر سو گیا اور چراغ جل رہا تھا۔ رات کسی وقت جبکہ میری نیند کھلی تو مجھے ایسا نظر آیا کہ کوئی ابلق کتا یعنی سیاہ و سفید ملے ہوئے رنگ کا کتا کھڑا ہے اور کوئی چیز کھا رہا ہے۔ حقیقت یہ تھی کہ میاں محمد امین کا پاجامہ سیاہ سوسی کا تھا اور پیرہن سفید۔ اور ایک زانو اسکا اس وقت اُٹھا ہوا تھا۔ اور پیرہن کا کچھ حصہ زانو پر تھا۔ اور نیم خوابی کی وجہ سے اس کا زانو کچھ حرکت بھی کر رہا

تھا۔ اس سے میں نے کتے کا گمان کر لیا اور میں آہستہ آہستہ اٹھا۔ اور
سوٹی اٹھا کر ایک دفعہ زور سے محمد امین کے زانو پر ماری۔ یکایک محمد امین
نے فریاد اٹھائی جس سے مجھے اصلیت کا پتہ لگ گیا۔ اور میں نہایت
نادم ہو کر اور ساتھیوں کے ساتھ چپکے سے لیٹ گیا۔ جب اور ساتھی
اس کی فریاد و واویلا سے اُٹھے۔ میں بھی اُن کے ساتھ اُٹھ کھڑا ہوا محمد امین
کہنے لگا کہ میری تو کسی سے عداوت و مخالفت نہیں معلوم نہیں کہ میرے ساتھ
یہ معاملہ کیوں کیا گیا ہے اور کس نے کیا ہے۔ اب میرے دل میں یہ خطرہ
پیدا ہوا کہ محمد امین اور باقی ساتھیوں پر تو میرا معاملہ مخفی ہے۔ مگر حضرت سے
تو مخفی نہیں ہو سکتا۔ مبادا حضرت میرا راز فاش نہ فرما دیں۔ جس سے
مجھے نہایت خجالت ہوگی۔ مگر قربان جاؤں حضرت کی ستر پوشی اور کرم
فرمائی پر کہ آپ نے فرمایا کہ میاں محمد امین تجھے کسی نے عمداً نہیں مارا بلکہ
کتے کے گمان پر سوٹی ماری ہے۔ بس قصہ ختم ہو گیا۔ جب تونسہ مقدسہ
پہونچے، تو وہاں کوئی شخص حضرت مولانا کی خدمت میں حاضر ہوا۔
اور حضرت کی خدمت میں کوئی ابیات ہندی گا کر سنائے۔ اس کے
بعد اس نے حضرت سے کوئی بات پوچھی جس کو میں نہ سمجھ سکا لیکن
اس کا جواب حضرت نے یہ فرمایا کہ جو شخص پیر کامل کی بیعت سے مشرف
اگر اس کی استعداد کامل ہے تو زندگی میں درجہ ولایت سے فائز ہو جاتا ہے
ورنہ موت کے موقت جیسا بھی ہو، ولایت کے مرتبہ پر پہونچ کر انتقال
کرتا ہے۔ بیت :

خواہ فاسق خواہ فاجر خواہ نالائق بود وقتِ مردن عاشقِ صادق بود

انتہیٰ۔

راقم آثم نے اپنے پیر و مرشد حضرت والد بزرگوار کی زبان مبارک سے سنا کہ آپ نے فرمایا کہ ایک دفعہ غیر علاقے کے ڈاکوؤں کا جتھہ دریا عبور کر کے شہر مکھڈ میں داخل ہو گیا۔ شہر کے ہندو دوڑ کر حضرت مولانا کی خدمت میں حاضر ہوئے، اس وقت حضرت شہر والے بنگلہ شریف میں رونق افروز تھے۔ ہندوؤں نے بیکزبان عرض کہ (سائیں تو بھی یہاں موجود ہو اور ہم لوٹ لیے جائیں۔) حضرت کو ان پر رحم آ گیا اور آپ بنگلہ شریف سے اتر کر مسجد کی سیڑھیوں پر تشریف فرما ہو گئے۔ ڈاکو اسی راستہ پر دریا سے آ رہے تھے۔ جب ڈاکو سامنے پہونچے تو حضرت مولٰنا نے انکو فرمایا کہ تم یہاں سے واپس چلے جاؤ، کسی کو مت لوٹو۔ انہوں نے عرض کی کہ ہم صرف ہندوؤں کو لوٹیں گے، مسلمانوں کو کچھ بھی نہ کہیں گے۔ حضرت نے فرمایا کہ نہیں ہندوؤں کو بھی نہ لوٹو۔ اس وقت ڈاکوؤں نے کچھ حکم سے سرتابی کا ارادہ کیا۔ حضرت مولٰنا کے ہاتھ مبارک میں اس وقت تسبیح تھی، آپ نے تسبیح سے ان کی طرف اشارہ فرمایا جس سے وہ سب بے ہوش ہو کر گر گئے۔ ہوش میں آنے کے بعد ان پر ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ سوائے ناکام واپسی کے کوئی چارہ کار نظر نہ آیا۔ تب بے نیل و مرام واپس چلے گئے۔ اس واقعہ کے بعد اب تک حضرت مولٰنا کا یہ تصرف ہے کہ جتنے پر آشوب وقت گذرے

اور ڈکیتیوں کا ہر طرف بلکہ ترب وجوار میں بازار گرم رہا، مگر حضرت مولانا کے کرم سے کوئی ڈاکو شہر ٹھٹھ پر کامیاب نہ ہو سکا۔ جو اس ارادے سے آیا ناکام و نامراد واپس لوٹا۔ چنانچہ ایک مرتبہ جبکہ حضرت والدم بزرگوار علاقہ پنڈی گھیب کی طرف تشریف لے گئے تھے اور راقم آثم بھی ہمرکابی سے مشرف تھا، ٹھٹھ پر غیر علاقہ سے ایک ڈکیتی آگئی۔ صبح کے ٹائم پر جب کشتی تین والی پرلے کنارے پر گئی تو فوراً ڈاکو کمین گاہ سے نکل کر قبضہ کر کے سوار ہو گئے اور کشتی میں مورچہ پکڑ کر فائر شروع کر دئے۔ اور ملاحوں کو کہا کہ کشتی چلاؤ۔ شہر میں اس واقعہ کے معلوم ہونے پر شور و غل مچ گیا اور لوگ سراسیمہ ہو کر مکانوں کی چھتوں پر چڑھ کر ان کے دیکھنے کیلئے جمع ہو گئے۔ اتفاق سے شہر میں کسی کے پاس اسلحہ نہیں تھا حتیٰ کہ پولیس کے پاس بھی بارود ختم تھی۔ جب کشتی نے پرلے کنارے سے کچھ تھوڑا سا فاصلہ طے کیا تو ڈاکوؤں نے ملاحوں کو کہا کہ کشتی واپس کرو۔ اس نے کشتی واپس کر کے پرلے کنارے پر لگا دی۔ کشتی کے کنارے لگتے ہی فوراً ڈاکوؤں نے اتر کر راہِ فرار اختیار کی اور دوڑتے ہوئے پہاڑیوں میں غائب ہو گئے۔ سب لوگ حیران ہو گئے کہ یہ کیسے واپس چلے گئے۔ اتفاقاً ان ڈاکوؤں سے کوئی شخص کسی ٹھٹھ کے باشندہ کو کہیں ملا، اس سے اس نے وجہ فرار دریافت کی۔ وہ کہنے لگا کہ ہم کو ایسا نظر آیا کہ پار شہر کی عمارات پر مسلح فوج کھڑی ہے۔ جس سے ہم گھبرا کر واپس لوٹے۔ اصل وجہ یہ تھی کہ عین حضرت پیر و مرشدم واپس تشریف لائے

تو ایک شخص جسکا نام میاں غلام سرور تھا اور اچھا نیک آدمی تھا اس نے خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزاری کہ جس دن صبح ڈکیتی آئی اُس سے گذشتہ رات میں نے ایک خواب دیکھا کہ میں دریا سے پار ہوں۔ اور اس کنارہِ دریا پر ایک باہیبت بزرگ شخص ٹہل رہا ہے جنکی ہیبت و وقار کی وجہ سے میں اُن کے نزدیک جانے کی جرأت نہ کرسکا کہ کوئی اور شخص وہاں موجود تھا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ آپ کون ہیں۔ اور یہاں کس لئے پھر رہے ہیں اس نے کہا کہ یہ حضرت مولانا محمد علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور ڈکیتی آنے والی ہے، اسکے متعلق کچھ انتظام فرما رہے ہیں اور صبح یہ واقعہ نظر آگیا۔ سبحان اللہ مثنوی

بندگانِ حق رحیم و بردبار خوئے حق دارند در اصلاحِ کار

مہرباں بے رشوتاں یاریگراں در مقامِ سخت و در روزِ گراں

راقم آثم نے متعدد آدمیوں سے سنا کہ مہدی خاں جو کہ باشندہ نکہ افغانان تھا اور مشہور ڈاکو تھا، وہ خود بیان کرتا تھا کہ ہم متعدد دفعہ اس ہندوؤں کی ڈیری کو جو کہ حضرۃ مولانا کے روضہِ اطہر کے قریب ہے لوٹنے کے ارادے سے آئے۔ اور پہاڑی پر چھپ کر بیٹھ گئے۔ کہ جب آخری رات میں ہر کوئی سو جاوے گا تو اس وقت ہم یہاں سے چل کر اس جگہ ڈاکہ کریں گے۔ جس وقت ہم تسلی کر لیتے کہ اب بالکل خاموشی ہے، کوئی متنفس بیدار نہیں ہے اور ہم ڈاکے کا ارادہ کرتے، تو اچانک ہم دیکھتے کہ حضرۃ مولانا کے روضہِ اطہر سے

ایک چراغ نکل کر شہر کی طرف جا رہا ہے ۔ ہم سمجھتے کہ ابھی تک کوئی آدمی بیدار ہے شہر کی طرف جا رہا ہے ۔ ہم پھر بیٹھ جاتے ۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر جب ہم اُٹھتے تو یہی کیفیت نظر آتی ۔ حتیٰ کہ اسی طریقہ سے گذر جاتی ۔ اور ہم بے نیل و مرام واپس چلے جاتے ۔ جب چند مرتبہ یہی کیفیت دیکھی تو ہمیں یقین آ گیا کہ حضرت مولنا ہمیں لوٹنے نہیں دیتا ۔ تب ہم نے یہ ارادہ بالکل ترک کر دیا ۔ انتہی

راقم آثم نے میاں عبد المجید مرحوم سے سنا ، وہ روایت کرتے تھے کہ ایک مرتبہ جبکہ حضرت مولانا اخلاص فاتحہ خوانی کے لئے تشریف لے گئے تھے ۔ جب حضرت کا چپہ پان مبارک پنڈ مگھیب کے بازار سے گذرا تو حضرت کے رخ انور سے وہ جمال و جلال الٰہی پرتو فگن تھا کہ سب ہندو اپنے مکانوں اور دکانوں پر اُٹھ کھڑے ہوئے تھے اور ان کی زبان پر بیساختہ یہ کلمہ جاری تھا کہ دویس بدل کر سائیں خود بیٹھا ہے ۔ الحق حدیث شریف اِنَّ لِلّٰہِ عِبَادًا اِذَا رُءُوا ذُکِرَ اللّٰہُ کے یہی لوگ مصداق ہیں ۔ مثنوی

نور حق ظاہر بود اندر ولی	نیک بیں باشی اگر اہل دلی
چونکہ ذات حق نیاید در عیاں	نائب حق اند ایں پیغمبراں
نے غلط گفتم کہ نائب با منوب	گر دو پنداری قبیح آید نہ خوب

تذکرۃ المحبوب میں مولوی عبد النبی صاحب محمد حسین بڑا سے نقل کرتے ہیں ، وہ بیان کرتا ہے کہ میرا دادا محمد حسن کہتا تھا کہ جب

تو پیدا ہوا تیرے بائیں پاؤں کا پنجہ ٹخنے سے چمٹا ہوا تھا۔ جب میں حسب
عادت نمازِ فجر کے بعد بنگلہ شریفہ میں حضرت مولانا کی خدمت میں
حاضر ہوا۔ حضرت نے مجھے بچہ پیدا ہونے کی مبارکباد فرمائی۔ میں نے
عرض کیا کہ بچہ لنگڑا پیدا ہوا ہے اور ہماری قوم کا پیشہ تجارت ہے جس
میں چلنے پھرنے کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے، تو یہ بچہ کیا کمائیگا۔ حضرت
نے فرمایا کہ خیر ہے اپنا کام کرے گا۔ حضرت کے فرمان کا یہ اثر ہوا کہ میں
چلنے کی عمر میں جب پہونچا، تو اس لنگڑے پاؤں سے اچھی طرح چل
سکتا تھا۔ جب میری تعلیم کا وقت آیا میرے باپ نے مجھے کبوتراںوالی
مسجد میں حافظ احمد مدرس کے حوالے کیا، جس وقت چھٹی ہوتی میں،
سب لڑکوں سے آگے آگے دوڑ کر گھر کو جاتا۔ لڑکے پیچھے سے شور مچاتے
کہ منڈا گیا، منڈا گیا۔ چند عرصے کے بعد ایک دن اس آواز سے میرا
دل سخت تنگ و پریشان ہو گیا اور میں رونے لگا۔ میں نے بجائے
گھر جانے کے بڑی مسجد کا رُخ کیا۔ اور حضرت مولانا کی خدمت میں
حاضر ہوا۔ اس وقت حضرت مسجد کے دروازے کے پاس چارپائی پہ
ستون سے ٹیک لگائے تشریف فرما تھے۔ جب حضرت نے مجھے
روتا ہوا دیکھا تو کمال شفقت سے نزدیک بلایا اور رونے کا سبب
پوچھا۔ میں نے عرض کی کہ آپ میرے پیر ہیں۔ اور میرا پاؤں لنگڑا ہے اور
ہر روز لڑکے میرے ساتھ مسخری کرتے ہیں۔ اور میرے پیچھے شور مچاتے ہیں
کہ منڈا گیا، منڈا گیا۔ حضرت نے فرمایا کہ چارپائی پر بیٹھ جا۔ چونکہ میں بچہ

تھا ۔ بے باکانہ بیٹھ گیا ۔ تب حضرت نے اپنے ہاتھ مبارک سے میرے
پاؤں کو پکڑ لیا ۔ اور فرمایا کہ تجھے منڈا یعنی لنگڑا کون کہتا ہے ۔ میں نے
دیکھا کہ میرا پنجہ ٹخنے سے جدا ہو کر سیدھا ہو گیا ہے ، مجھے کوئی خارش یا
درد مطلقاً محسوس نہ ہوا ۔ چونکہ سابقہ حالت میں چلنے کے وقت میرے
پاؤں کی پشت زمین پر لگتی تھی ، اس لئے وہ جگہ سخت ہو گئی تھی اور اس
وقت اونچی نظر آ رہی تھی ، میں نے عرض کیا کہ یہ جگہ اونچی ہے ۔ حضرت
نے پھر دوبارہ اس پر اپنا ہاتھ مبارک پھیرا جس سے میرا پاؤں ایسا ہو گیا
جیسا کہ کوئی تکلیف تھی ہی نہیں ۔ میں نے وہ اگلی پاپوش وہاں ڈال دی
اور ننگے پاؤں خوشی سے دوڑتا ہوا گھر آیا ۔ اور اپنے والدین کو مژدہ صحت
سنایا ۔ یہ حال دیکھ کر اور واقعہ سن کر میرے والدین نہایت خوش ہوئے
جس کے شکرانے میں میرے والد نے حضرت کے درویشوں کی جو کہ اس
وقت ستر کی تعداد میں تھے ، خوب دعوت کی آہ سبحان اللہ مثنوی

تا نگرید طفل کے جوشد لبن ؎ تا نگرید ابر کے خندد چمن ،
گفت ولیبکوا کثیرا گوش دا ؎ تا بریزد شیر لطف کردگار

تذکرۃ المحبوب میں ہے کہ حضرت زینت الاولیاؒ نے فرمایا کہ
ایک بزرگ محمد اسلم نام ساکن نمل ہمارے میاں صاحب کی خدمت
میں آیا ۔ حضرت نے ان کی بہت ہی عزت و خاطر داری فرمائی ۔ تا کہ اپنے
بنگلہ شریفہ میں ان کی اقامت فرمائی ۔ اور حضرت خود مسجد کے قطبی حجرہ
میں رونق افروز ہوئے ۔ وہ بزرگ اٹھارہ دن مقیم رہا ۔ ان کے متعلق

مشہور تھا کہ ان کو پاخانہ کی حاجت نہیں ہوتی ۔ اور ان کے پیٹ سے اگر ہوا خارج ہوتی ہے تو مثل کستوری کے اس سے خوشبو آتی ہے اور غذا باقی لوگوں کی طرح کھاتے ہیں۔ بعض طلباء نے جن کو اس بات سے حیرت اور شک تھا، یہ کام کیا کہ رات کے وقت بنگلہ شریف کو باہر سے قفل لگا دیتے اور صبح کو کھول دیتے اور دن میں ان کا پہرہ دیتے۔ لیکن چند دن ایسا کرنے پر بھی خلاف شہرت کے کوئی سراغ نہ پا سکے۔ ان کی روانگی کے بعد حضرت مولانا طلباء پر ناراض ہوئے کہ بزرگوں کا امتحان اچھا نہیں ہوتا۔ انتہی۔

تذکرۃ المحبوب میں ہے کہ حضرت زینت الاولیاء نے فرمایا کہ ایک مرتبہ ہمارے میاں صاحب نے تونسہ مقدسہ کا سفر نمل کے راستہ سے اختیار فرمایا۔ جب نمل تشریف لے گئے تو حافظ صاحب وٹے پٹ مرض موت میں مبتلا تھے۔ اور چونکہ مرض کی وجہ سے بڑے پتھر نہیں اٹھا سکتے تھے، چھوٹے چھوٹے سنگریزے اپنے دونوں طرف رکھے ہوئے تھے۔ ان کو اپنے ہاتھوں سے ادھر ادھر حرکت دیتے تھے۔ اور لوگوں کو کہتے تھے کہ مجھے کسی اونچی جگہ سے نیچے ڈال دو۔ جب وہ ان کا کہنا نہیں مانتے تھے، تو ان پر ناراض ہوتے تھے اور گالیاں دیتے تھے۔ جب ہمارے میاں صاحب ان کی ملاقات کو تشریف لے گئے تو حافظ نے ایک تو میرے متعلق یعنی ذات مقدس حضرت زینت الاولیاء، پوچھا کہ فلاں طالب علم سائرہ اگر چہ گوتو نے ایک خدمت

میں تھا اب بھی ہے یا نہیں ۔حضرت نے فرمایا کہ میرے ہمراہ ہے ۔ دوسرا فرمایا کہ میں ان لوگوں کو کہتا ہوں کہ مجھے کسی بلند جگہ سے نیچے ڈال دو مگر یہ نور یعنی نور محمد جو کہ حافظ صاحب کا خاص خادم تھا، لوگوں کو منع کرتا ہے ۔حضرت مولانا نے فرمایا کہ حرام موت مرنا چاہتے ہو ۔تب حافظ صاحب بالکل خاموش ہو گئے ۔ اس کے بعد کسی کو یہ بات نہ فرمائی تب لوگوں نے حافظ صاحب کو کہا کہ اب مرد کے سامنے آیا ہے ، اب کیوں چپ ہو گیا ہے ۔ ہمیں تو عورتیں سمجھ کر گالیاں دیتے تھے ، دوسرے دن حضرت مولانا نے نمل سے روانگی کا ارادہ فرمایا ۔ حافظ صاحب نے نہایت کوشش سے عرض کی کہ آج آپ تشریف نہ لے جاویں ۔مگر امر ربی اسی طرح تھا ۔حضرت ؒ نے رہائش نہ فرمائی ۔اور روانہ ہو گئے ۔ دوسرے روز علی الصبح موسیٰ خیل میں اطلاع ملی کہ حافظ صاحب فوت ہو گئے ہیں ۔ انتہیٰ ۔

تذکرۃ المحبوب میں ہے کہ راقم آثم کے پیر و مرشد والد بزرگوار نے فرمایا کہ حضرت محبوب ذی العرش خواجہ اللہ بخش رضہ فرماتے ہیں کہ بچپن کے زمانے میں جبکہ میں سکندر نامہ پڑھتا تھا ، حضرت مولوی صاحب نزول مغفرت میں تشریف لے آئے ۔ ایک دن حضرت صاحب ؒ نے مجھے سبق سنانے کے لئے مولوی صاحب کی خدمت میں جب بھیجا میں سبق سنانے سے فارغ ہوا تو مولوی صاحب نے اپنے طلبا کو فرمایا کہ صاحبزادے صاحب کے ساتھ بیت بازی کرو ۔ تب طلب

ایک طرف تھے اور میں ایک طرف تھا۔ جب میں جواب میں تامل
کرتا تو مولوی صاحب میری طرف سے بیت پڑھ دیتے، طلباء نے
کہا کہ آپ کیوں جواب دیتے ہیں۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ صاحبزادے
صاحب اکیلے ہیں، میں اُن کا ساتھی ہوں۔ پس بالآخر سب طلباء پر
ہم غالب آگئے، انتہی۔

ذکر پنجم

حضرت مولانا کے عادات شریفہ میں

مولوی عبدالنبی صاحب حضرت زینت الاولیاءؒ سے روایت
کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ ہمارے میاں صاحب کو خدام کی حرکات
ناشائستہ پر غصہ نہیں آتا تھا۔ یعنی آپ نہایت حلیم الطبع تھے اور اگر
احیاناً غصہ آجاتا تو بڑی مشکل سے فرو ہوتا تھا۔ نَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنْ
غَضَبِ الْحَلِیْم

مولوی عبدالنبی صاحب: قاضی مصطفٰے صاحب ساکن
شکر بڑہی سے جو کہ سات سال حضرت مولاناؒ کے خادم رہے ہیں اور
وصال کے وقت بھی موجود تھے، روایت کرتے ہیں کہ حضرت نہایت
نفیس الطبع تھے۔ ایک دن آپ بارہ دری کے صفہ میں چارپائی پر

ستون کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تشریف فرما تھے۔ کہ آپ نے میاں ابراہیم پراچہ سے جو شیخ چلو مشہور تھا پینے کیلئے پانی طلب فرمایا۔ شیخ چلو ایک کنارہ ٹوٹے ہوئے پیالے میں پانی بھر کر حاضر خدمت ہوا۔ حضرت نے دیکھ کر فرمایا کہ میں اس میں پانی نہیں پیتا۔ تب شیخ چلو دوسرے سالم پیالہ میں پانی لے آیا۔ جس کو حضرت نے نوش فرمایا۔

اور ایک دن آپ مسجد کلاں میں سردی کے موسم میں رونق افروز تھے کہ میں اس ہیئت میں حاضر ہوا کہ میرے پاؤں میں پھٹی پرانی جرابیں تھیں۔ اور اوپر بھی کوئی پرانا پھٹا کپڑا تھا۔ حضرت نے مجھے اس ہیئت میں دیکھ کر فرمایا کہ ایسے کپڑوں سے نفقیری حاصل نہیں ہوتی۔ انکو دور کر، چنانچہ میں نے فی الفور تعمیل حکم کی۔ اور لباس تبدیل کر کے حاضر خدمت اقدس ہوا۔ قاضی موصوف کہتے ہیں کہ حضرت کی عادت مبارک تھی کہ نماز فجر کے بعد خاصے دن چڑھے تک اور نماز عصر کے بعد نماز شام تک آپ مراقب رہتے تھے اور وظائف سے درود مستغاث وغیرہ بھی آپ پڑھتے تھے۔ اکثر وظائف حضرت کے خفیہ ہوتے تھے۔ اور سماع مجلس خاص و عام میں فرماتے تھے۔

مجلس خاص اس طرح ہوتی تھی کہ ہر جمعہ کے وقت صبح صادق سے پہلے چند قوال مع مزامیر بنگلہ شریف سے نیچے متصل راہ عام ایک تھلہ تھا، وہاں بیٹھ کر قوالی کرتے۔ اور حضرت اس وقت تنہا بنگلہ شریف میں تشریف فرما ہوتے۔ کوئی شخص خاص و عام سے حضرت کے پاس

موجود نہ ہوتا۔ یا کبھی خواص سے کوئی شخص موجود ہوتا اور مجلس عام صفہ بارہ دری میں اعراس کے ایام میں قوالی سماع فرماتے۔ چنانچہ ایک دن حضرت صفہ بارہ دری میں سماع مع مزامیر استماع فرمارہے تھے کہ آپ نے اس زمانے کی عادت کے مطابق قوالوں کو آپ نے کوئی کپڑا مرحمت فرمایا۔ ایک شخص غلام محمود نامی کو وجد ہوگیا، اس نے پہلے اپنی چادر پھر دستار، پھر پیرہن قوالوں کو نوبت بہ نوبت دیا۔ پھر اپنے تہبند سے ایک تہائی جدا کرکے دیدی۔ اور مولوی عبدالنبی صاحب حضرت زینت الاولیاءؒ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ ہمارے میاں صاحب ہر سال میں تین عرس کرتے تھے لیکن حضرت زینت الاولیاءؒ سے یہ میں نے نہیں سنا کہ کن کن حضرات کے عرس کرتے تھے۔ عزیز اللہ پراچہ سے معلوم ہوا کہ ایک عرس ماہ رجب میں ہوتا تھا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عرس ہوگا۔ اور مولوی عبدالنبی صاحب راقم آثم کے پیرو مرشد والد بزرگوار سے نقل کرتے ہیں، کہ ایک عرس حضرت قبلہ عالم غریب نواز خواجہ نور محمد مہاروی ؒ کا آپ کرتے تھے۔ تیسرے عرس کے متعلق معلوم نہیں ہوسکا۔ اعراس کے ایام میں مجلس سماع نماز ظہر کے بعد صفہ بارہ دری میں قائم فرماتے تھے۔ اور حضرت ناسوار کا استعمال بھی ناک میں فرماتے تھے۔ اور تونسہ مقدسہ ہر سال حاضری دیتے۔ اور وہاں چالیس قیام فرماتے۔ مہار شریف صرف ایک دفعہ تشریف لے گئے۔ قاضی موصوف کہتا ہے کہ آپ پیادہ

چلنے کے وقت عصا مبارک ہاتھ میں رکھتے تھے۔ لیکن آخری سالوں میں سواری چوپان کی ہوتی تھی اور حضرت مطالعہ کتاب کے وقت عینک کا بھی استعمال فرماتے تھے۔ اور قاضی و عزیز اللہ پراچہ سے نقل ہے کہ حضرتؒ دعوت ہر کسی کی منظور فرما لیتے تھے۔ ملبوس حضرت کا نہایت صاف دستھرا ہوتا تھا۔ حضرت نے سفید سوسی، جس میں سیاہ دھاری تھی۔ اس کی سراویل بھی استعمال فرمائی ہے۔ اور نیلا تہ بند بھی استعمال فرماتے تھے۔ اور سردی کے موسم میں پشمینی دوشالہ بھی استعمال فرماتے تھے۔ اور سفید لنگی جس میں سیاہ خطوط تھے، اسکو بھی استعمال فرمایا۔ اور پیرہن مبارک دیسی کپڑا اور خاصہ وغیرہ کا استعمال فرماتے تھے۔ حضرت کی دستار مبارک وطنی کپڑے کی جس کو ہدونر کہتے ہیں، سبز رنگ کی بھی ہوتی تھی اور لنگی جسکو ہندی میں سالاری کہتے ہیں، اس کی بھی کبھی ہوتی تھی۔ اور نیم تنہ یعنی روئی دار واسکٹ چھینٹ وغیرہ کی سردی کے موسم میں استعمال فرماتے تھے۔ اور نعلین سادہ و طلا دار و ریشم والی ہر قسم کی استعمال فرماتے تھے اور جہاں بھی تشریف رکھتے خواہ چارپائی پر خواہ مصلے پر سرہانہ بلند موافق مزاج تکیہ کے لئے موجود ہوتا تھا، سردی میں رضائی بھی استعمال فرماتے تھے۔ حضرت کے حلیہ مبارکہ کے متعلق مولوی عبدالنبی صاحب تذکرۃ المحبوب میں پانچ آدمیوں سے نقل کرتے ہیں۔ ایک قاضی مصطفےٰ صاحب ساکن شکر دڑہ۔ دوئم عزیز اللہ پراچہ ولد نور محمدؒ جو کہ حضرتؒ

کے وصال سے نو دس سال پہلے مشرف بعیت سے اور حضرت کی
صحبت سے مستفید و متمتع رہا۔ سوئم محمد ابن نصر دھوبی ساکن کھڈ جو
کہ حضرت کے خدام سے تھا، چوتھا، محمد فاضل ابن محمد صالح برادر
کھڈی جو کہ حضرت کی بعیت سے مشرف نہیں تھا، مگر معتقد و ہم صحبت
تھا۔ پانچواں حافظ احمد قوالی جو کہ حضرت کا مرید تھا اور موضع اقوال سے
حاضر خدمت اقدس ہوتا رہتا تھا۔ متفقہ طور پر سب کہتے ہیں کہ حضرۃ
مولانا نہایت حسین و خوش لقا تھے۔ قاضی کہتا ہے کہ حضرت کا قد
مبارک میانہ تھا اور جسامت و نحافت کے لحاظ سے بھی میانہ تھا۔
محمد فاضل کہتا ہے کہ نحافت غالب تھی۔ قاضی اور عزیز اللہ کہتے
ہیں کہ حضرت کے چہرۂ مبارک کا رنگ سفید مائل بسرخی تھا۔ اور
محمد فاضل کہتا ہے کہ چہرۂ مبارک کا رنگ زعفرانی تھا۔ حافظ احمد
کہتا ہے کہ مثل سونا خالص کے تھا۔ قاضی کہتا ہے کہ حضرت کا
چہرۂ مبارک عجب نورانی اور بے چین تھا۔ اور حضرت کی پیشانی
مبارک پر سجود کی علامت نظر عمیق سے معلوم ہوتی تھی۔ اور حضرتؒ
کے سر مبارک پر سفید بال تھے جو کہ حضرت نے ایام وصال میں وصال
سے چند دن پہلے منڈوا دئے تھے اور فرمایا کہ حضرت صاحب کی
رضا اسی میں ہے۔ حضرت کے ابرو اور ریش مبارک سفید تھے اور
ریش مبارک پورا قبضہ تھی اور بہت گھنی نہ تھی بلکہ میانہ تھی۔ قاضی
کہتا ہے کہ آپ کی نظر مبارک اخیر تک قائم رہی اور قوت سامعہ بھی قائم

رہی۔ البتہ عینک کا استعمال فرماتے تھے۔ مولوی عبدالنبی صاحب میاں شمس الدین صاحب لنگڑیال سے نقل کرتے ہیں کہ ایک دفعہ تونسہ مقدسہ حضرت صاحب کی مجلس میں آپ بیٹھے تھے۔ کہ حضرت صاحبؒ نے حضرت مولاناؒ صاحب کی طرف التفات فرماتے ہوئے فرمایا کہ مولوی صاحب جوان ہے۔ آپ نے حضرت صاحب کا یہ فرمان سنا ہم سے استفسار فرمایا کہ حضرت صاحب نے کیا فرمایا ہے ممکن ہے کہ حضرت کی قوت سامعہ میں کچھ کمی واقع ہوگئی ہو جس کے سبب آپ نے حضرت صاحب کا فرمان نہ سنا۔ یا بہ سبب استغراق کے آپ نہ سن سکے ہوں۔ واللہ اعلم بحقیقۃ حال اولیاء لہٗ۔ میاں محمد ابن نصر کہتا ہے کہ حضرت کے اندام مبارک بہت نرم نازک صاف وسادہ بے مو تھے۔ جسوقت میں چاپی کرتا تھا، مثل ریشم کے نازک و نرم معلوم ہوتے تھے۔

ذکر ششم

حضرت مولانا کے آخری مرض اور وصال اور مابعد وصال کے حالات میں

تذکرۃ المحبوب میں ہے کہ حضرت زینت الاولیاء فرماتے ہیں کہ ایک دن مسجد کلاں میں جہاں وضو کے لئے مٹکے پانی کے ہوتے تھے، اس سے نیچے میں بیٹھ کر میرزاہد ملا جلال کا مطالعہ کر رہا تھا کہ ہمارے میاں صاحب بنگلہ شریفہ سے نزول فرما کر صحن مسجد میں تشریف فرما ہوئے اور مجھے سبق پڑھنے کے لئے بلایا، جب میں حاضر خدمت ہوا تو اس وقت حضرت کے جسم اقدس پر کمال ضعف طاری تھا۔ مجھے فرمایا کہ خدا صاحب تجھ پر سب کتابیں آسان کر دیگا۔ مجھے تنگ نہ کر چنانچہ اس دن سے میں نے تعلم ختم کر دیا۔ اور حضرت کے فرمان کا یہ اثر اظہر من الشمس ہے۔

راقم اثم نے پیر و مرشد حضرت والد بزرگوار سے سنا کہ آپ نے فرمایا کہ مولوی محمد یار ساکن لیتی حضرت مولانا کے حلقۂ درس میں داخل تھا اور بہت ذکی طالب علم تھا۔ حضرت مولانا نے آخری ایام میں بسبب زیادتی ضعف جسمانی کے اس کو حضرت زینت الاولیاء کے حوالے کیا۔

کہ آپ اس کو سبق دیا کریں۔ چنانچہ چند دن کے بعد حضرت مولانا نے حضرت زینت الاولیاؒ سے کیفیت تعلیم و تعلم پوچھی حضرت زینت الاولیا نے عرض کیا کہ بہت ذکی طالب علم ہے مجھے بہت تنگ کرتا ہے۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ اگر آپکو تنگ کرتا ہے تو اسکو دوسرا سبق بھی شروع کرا دیں چنانچہ حسب الحکم دوسرا سبق بھی شروع کرا دیا گیا۔ چند دن کے بعد حضرت نے پھر کیفیت پوچھی حضرت زینت الاولیا نے عرض کیا کہ اب درست ہو گیا ہے۔ انتہی

حضرت زینت الاولیار صاحبؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے میاں صاحب پر مرض تقطرات البول نے غلبہ کیا ہوا تھا۔ آپ کے دو نیلے تہبند تھے، جب ایک مشکوک ہو جاتا تو دوسرا بدل لیتے اور وصال سے دو تین دن پہلے حضرت نے ایک جام میں پیشاب کیا اس میں دو سنگریزے جو کہ بہت ہی سخت تھے، خارج ہوئے۔ حضرت زینت الاولیا فرماتے ہیں کہ آخری مرض کے ایام میں جب کہ وظائف کا پڑھنا مشکل ہو گیا، تو ایک حافظ نابینا صاحب کو، جو کہ حضرت کے خلفاء میں سے تھے، امر فرمایا تھا کہ درود مستغاث وغیرہ میرے سامنے بلند آواز سے پڑھو۔ حضرت زینت الاولیا فرماتے ہیں کہ حضرت کا آخری مرض یہ تھا کہ آپ جس وقت کوئی چیز تناول فرماتے، پیٹ مبارک میں فوراً درد شدید پیدا ہو جاتا۔ چنانچہ دو تین وقت آپ نے کوئی چیز تناول نہ فرمائی۔ چونکہ صحت کی حالت میں میٹھے چاول حضرت کو مرغوب خاطر تھے، اس لئے محمد امین پراچہ میٹھے چاول پکا کر لے آیا اور مجھے

کہا کہ حضرت کی خدمت میں عرض کر کہ دو تین وقت سے آپ نے کوئی چیز تناول نہیں فرمائی اور ضعف جسمانی زیادہ ہو رہا ہے۔ مہربانی فرما کر ان سے چند لقمے تناول فرمالیویں۔ چنانچہ میں نے عرض کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ میں جو چیز بھی کھاؤں فوراً پیٹ میں درد پیدا ہو جاتا ہے۔ مگر میری عرض پر نظر کرم فرماتے ہوئے، چند لقمے آپ نے تناول فرمائے ایک ساعت کے بعد درد شدید پیدا ہو گیا جس سے حضرت سخت بے قرار و بے آرام ہو گئے۔ اور فرمایا کہ میں نے تو کہا تھا کہ مجھے کھانا تکلیف دیتا ہے۔ مگر تیرے اصرار سے میں نے یہ چند لقمے کھائے جو اس تکلیف کا باعث بنے۔ حضرت زینت الاولیاءؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے میاں صاحب نے کتب کے متعلق ہمیں وصیت فرمائی کہ اگر وٹالہ سے میرے اقرباء سے کوئی شخص آوے تو طب کی کتابیں ان کے حوالے کر دیں۔ چنانچہ حضرت کے وصال کے بعد بموجب وصیت ان کے حوالے کر دی گئیں۔ حضرت زینت الاولیاء فرماتے ہیں کہ حضرت نے آخری دن میں سنگھ حاکم شہر کو طلب فرما کر میرے اور خلیفہ عابد جی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ میری کتابوں کے متولی یہ دونوں شخص ہیں، ان سے نہ کتابیں چھینی جاویں اور نہ کسی قسم کا ضرر ان کو پہونچایا جاوے۔ اس سنگھ نے تسلیم کر لیا اور چلا گیا۔ اور حضرت پاس انفاس میں مشغول ہو گئے۔ قاضی شکر پڑی والا کہتا ہے کہ حضرت کے ایام وصال سردی کے ایام تھے۔ ایام مرض

میں کثرت ہجوم خلق سے مکان تنگ ہوگیا۔ لہٰذا حضرت محمد امین
پراچہ کے مکان میں جوکہ مسجد سے غربی جانب بفاصلہ کوچہ واقع ہے
تشریف لے گئے اور چند ایام وہاں گذار کر حضرت کا وہاں ہی وصال
ہوا۔ حضرت مولانا کا وصال روز پنجشنبہ ۲۹ ماہ رمضان المبارک
۱۲۵۳ھ صبح صادق کے طلوع سے کچھ پہلے ہوا۔ طلوع آفتاب سے
بعد مقام وصال سے باہر بارہ دری شریف میں لے آئے۔ صفۂ
بارہ دری میں متصل حجرۂ قدیمہ حضرت کو غسل دیا گیا۔ اور زوال سے
پہلے نماز جنازہ ادا کر کے قبل از زوال اس آفتاب ہدایت کے جسم
اطہر کو سپردِ خاک کیا گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ کیا خوب کہا
ہے سعدی شیرازی نے ؎

دلِ زندہ ہرگز نہ گردد ہلاک تن زندہ دل گر بمیرد چہ باک

مولوی نجم الدین صاحب نے مناقب المحبوبین میں
حضرت مولانا کا وقتِ وصال ایک پہر دن نکلنے کا وقت لکھا ہے
مگر ان کو صحیح روایت نہیں ملی، صحیح یہی ہے کہ صبح صادق کے قبل
یا بعد متصل وصال ہوا ہے۔ قاضی شکر پڑی والا کہتا ہے کہ اس
رات میں مسجد میں سویا ہوا تھا۔ جب نماز صبح کے لئے بیدار ہوا
تو سنا کہ حضرت کا وصال ہوگیا ہے۔ راقم آثم نے میاں بدرالدین
صاحب مرحوم لنگڑیالی سے سنا کہ میاں ابراہیم صاحب لنگڑیالی
جوکہ حضرت مولانا کے خلفاء سے ہیں ان کو اسی رات کی صبح کے

وقت ان کے بھائی صاحب میاں شمس الدین صاحب نے کہا کہ آج رات تو لیلۃ القدر تھی۔ آپ نے دیکھا میاں ابراہیم صاحب نے فرمایا کہ ہاں لیلۃ القدر تو تھی، مگر اچھی نہیں تھی، تھوڑی دیر خبر آ جاوے گی، چنانچہ دن کے کسی حصہ میں ان کو حضرت کے وصال کی خبر مل گئی۔ اس قصہ سے بھی وقت وصال صبح صادق سے قبل یا بعد متصل کا پتہ چلتا ہے۔

حضرت مولانا کی نمازِ جنازہ کے متعلق مولوی عبدالسبحان صاحب نے اسی قدر لکھا ہے کہ اس وقت تین حضرات تھے، ایک حضرت زینت الاولیاءؒ دوسرے خلیفہ محمد عابد جی، تیسرے قاضی بہاء الدین صاحب۔ معلوم نہیں ہو سکا کہ ان حضرات سے کس نے نمازِ جنازہ کی امامت کی۔ راقم آثم کو شیخ عبداللہ مرحوم خادم حضرت پیرو مرشدم سے یہ روایت ملی ہے کہ ڈنگا دھوبی کہتا ہے کہ میں جنازہ میں حاضر تھا۔ قاضی بہاء الدین صاحب نے امامت کی یہ قاضی حضرت کے خلفاء سے ہے اور راقم آثم کو یہ روایت بھی ملی ہے کہ روضۂ مطہرہ سے جنوبی جانب جہاں کہ اب قاضی بہاء الدین صاحب کے خاندان کا گورستان ہے اور حویلی ہے، اس جگہ نماز جنازہ ادا کی گئی۔ واللہ اعلم بالصواب

حضرۃ مولانا کی تاریخ وصال مولوی سلطان محمود صاحب عرف نامی صاحب نے رئیس المشائخ کے لفظ سے نکالی ہے۔ چنانچہ

وہ اشعار جو روضہ مقدسہ میں مرقوم ہیں، یہ ہیں۔

ز نورِ سلیماں محمد علی | شدہ مہرِ تاباں محمد علی
کہ ذراتِ عالم ازاں آفتاب | باکنافِ عالم شدہ نوریاب
رئیس المشائخ محمد علی | کز و گشتہ زنگارہا منجلی،
چو دعوۃ بفردوسش از حق رسید | ازیں دامگاہ زیرِ عرشش آرمید
زِ نامی رئیس المشائخ بہ گو، | چو ملوائے غرباء است تاریخ او

قاضی موصوف کہتا ہے کہ وصال سے چند دن بعد مزار پُر انوار کے گرداگرد ایک حویلی بنائی گئی۔ ایک کاریگر جان محمد نامی کوہاٹ سے آیا۔ اس نے حضرت کے مزار اقدس کو چونے سے پختہ کیا بعدہٗ حضرت صاحب حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان پہونچا کہ مولوی صاحب روضہ کے شان و قدر کا بزرگ ہے، ان کا روضہ بناؤ۔ تعمیل حکم کے لئے برخوردار نامی کاریگر ملتان سے بلایا گیا جس نے روضہ مطہرہ کو بنا کر کے تکمیل تک پہونچایا۔ حضرت زینت الاولیا فرماتے ہیں کہ اٹھارہ صد روپیہ روضۂ مطہرہ کی تیاری پر خرچ ہوا۔

تذکرۃ المحبوب میں ہے کہ حضرت مولٰناؒ کے وصال کی خبر جب تونسہ مقدسہ پہونچی تو وہاں سے محمد حسن و محمد احسن دو شخصوں نے حضرت خلیفہ محمد عابد جی صاحب و حضرت زینت الاولیاءؒ کی خدمت میں تعزیت نامہ بھیجا جو کہ فارسی زبان میں ہے۔ اسکا ترجمہ

یہ ہے کہ :-

حضرت فیض رجعت قبلۂ عالمیان میں حاضر ہو کر واقعہ ہائلہ یعنی وفات حضرت مولاناؒ عرض کیا۔ حضرت قبلۂ عالمیان نے نہایت افسوس ظاہر فرمایا اور فرمایا (واہ واہ عجب ذات ہائی یعنی تھی مولوی صاحب مصروف اللہ) برائے اطلاع لکھا جاتا ہے انتہی۔

مولوی نجم الدین صاحب مناقب المحبوبین میں تحریر فرماتے ہیں تحریر فرماتے ہیں کہ ماہ شوال میں جس دن حضرت مولانا کے وصال کی خبر حضور حضرت صاحب کی خدمت میں تونسہ مقدسہ میں پہونچی حضرت صاحب عصر کی نماز کے بعد اپنی دیرینہ مسجد میں تشریف فرما تھے اور کاتب الحروف بھی خدمتِ اقدس میں حاضر تھا۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ مولوی صاحب مصروف اللہ تھا۔ پھر حضرت صاحب نے فرمایا کہ مولوی صاحب نے اپنی غزل میں یہ شعر کیا اچھا کہا ہے

حدیث ۵۰

حدیث حسن یوسف را کجا دانند اخوانش زلیخا را بپرس از و ... ... بیان

مولوی نجم الدین صاحب نے کامل تحقیق سے لکھا ہے کہ حضرت صاحب کی سن ولادت (۱۱۸۰ھ) گیارہ سو چوراسی ہجری ہے۔ اور سن وصال (۱۲۶۷ھ) بارہ سو ستاسٹھ رساٹھ صفر ہے۔ اور حضرت مولانا کی سن ولادت گیارہ چونسٹھ یا پینسٹھ ہے۔ اور سن وصال بارہ سو ترپن (۱۲۵۳ھ) ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت مولانا حضرت صاحب سے عمر میں تقریباً بیس سال کلاں عمر تھے۔ اور حضرت

صاحب سے تیرہ سال چار مہینے آٹھ دن پہلے انتقال فرمایا۔

تذکرۃ المحبوب میں ہے کہ حضرت زینت الاولیاؒ کے روبرو
ایک دن میاں احمد قوال نے اثنائے گفتگو میں یہ لفظ کہا کہ حضرۃ
مولوی صاحب مرگئے۔ آپ نے کہا کہ نہیں، وہ زندہ ہیں بیشک

هرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق   ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

تذکرۃ المحبوب میں ہے کہ حضرت زینت الاولیاؒ نے
فرمایا کہ بی بی خانہ پراچی زوجہ پیر جی حضرت مولانا کے مزار متبرکہ پر زیارت
کے لئے حاضر ہوئی اور صفۂ غربی کے دروازہ سے گذری۔ اس وقت
اس کی چادر کے ساتھ کچے دانے بندھے ہوئے تھے۔ جب وقت
ضرورت ان کو بریاں کرنے لگی تو وہ بریاں نہ ہوئے۔ آگ نے ان
پر کچھ بھی اثر نہ کیا۔ اس واقعہ سے عوام میں شہرت ہوگئی کہ یہ دروازہ
بہشتی ہے۔ چنانچہ رفتہ رفتہ یہ خبر تونسہ مقدسہ حضرت صاحب تک
پہونچی۔ آپ نے فرمایا کہ صاحب دروازہ کا مالک و مختار ہے۔
جس طرح چاہتا ہے کرتا ہے)۔ اس کے بعد یہ کیفیت نہ رہی۔
یعنی کچی چیز اس دروازۂ پاک سے گذری ہوئی بھونی جاسکتی تھی لیکن
اس شہرت کی بنا پر اب تک شہر کی مستورات حضرت باباگنج شکر
رحمۃ اللہ علیہ کے ایام عرس میں بکثرت حاضر ہوتی ہیں)

تذکرۃ المحبوب میں ہے کہ حضرت زینت الاولیاؒ فرماتے
ہیں کہ احمد خان تحصیلدار جو کہ حضرت مولانا کے خادم تھے اور اہل

نے اپنے اوپر پا پیادہ حاضری کو لازم کیا ہوا تھا۔ حضرت مولانا کے وصال کے بعد عرس شریف پر آرہا تھا۔ کالاباغ سے کشتی کرایہ پر لے کر اپنے ملازموں کو کشتی پر سوار کیا۔ اور خود پیدل کنارہ دریا پر سفر کررہا تھا۔ راستہ میں روزہ کی تکلیف اور پیادگی سے تھک کر کسی جگہ بیٹھ گیا اور ملازموں کو کہا کہ تم کشتی کھینچکر لے جاؤ۔ میں تھوڑی دیر آرام کر کے تم کو مل جاؤں گا۔ چنانچہ وہ روانہ ہوئے۔ اور احمد خاں تنہا رہ گیا۔ اس تنہائی میں بلند پہاڑیوں کو دیکھ کر اس کے دماغ میں کنارہ ہائے قبر کا تصور آگیا۔ اور قبر کی تنہائی کو خیال میں لانے سے اس پر گریہ طاری ہوگیا۔ اور اسی حالت میں اس کو نیند آگئی۔ خواب میں دیکھتا ہے کہ وہ مرگیا اور اس کو تجہیز و تکفین کے بعد قبر میں دفن کر دیا گیا۔ دو فرشتے آگئے۔ مَنْ رَبُّکَ کا سوال انہوں نے کیا۔ احمد خاں نہایت متردد پریشان ہوگیا۔ فوراً اس وقت ہمارے میاں صاحب تشریف لے آئے اور ان فرشتوں کو آپ نے کچھ فرمایا۔ جس سے وہ واپس چلے گئے اور احمد خاں کو آپ نے تسلی دی۔ جب حضرت تشریف لے جانے لگے تو احمد خاں حضرت کی تعظیم کے لئے اٹھا جس سے وہ بیدار ہوگیا۔ اس خواب سے اس کی طبیعت کو نہایت خوشی حاصل ہوئی۔ اور روانہ ہو کر مکھڈ پہونچا۔ اور اپنا ماجرا خود بیان کیا۔

٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭

ذکرِ ہفتم

حضرت مولانا رضؓ کے خلفاءِ کرام کے بیان میں

حضرت کے خلفائے کرام جو معلوم و مشہور ہیں، دس ہیں
پہلے خلیفہ محمد عابد جی صاحب جو کہ بعد وصال حضرت مولانا
کے حضرت صاحب نے ان کو حضرت مولانا کا سجادہ نشین مقرر
کیا۔ آپ کا مولد و مسکن اصلی مہار شریف تھا۔ طلب علم کیلئے
حضرت مولانا کی خدمت میں حاضر ہو کر علم ظاہری و باطنی سے
بہرہ ور ہوئے۔ سجادگی کے زمانے میں خلق اللہ کو علم ظاہری و
باطنی سے فیض رسانی فرمائی۔ تخمیناً عرصہ نو سال کے بعد بتاریخ
سولہ (۱۶) جمادی الثانی تونسہ مقدسہ میں راہی خلد بریں ہوئے۔
خلیفہ صاحب نے اپنے شاگردوں میں سے ایک شخص کو بغیر
اجازت حضرت صاحبؒ کے دستار بندی کر کے اپنا جانشین مقرر
کیا، لیکن آپ کی وفات کے بعد جب حضرت صاحبؒ کی خدمت
میں یہ مسئلہ پیش ہوا۔ تو حضرت صاحبؒ نے اس تقرری کو نامنظور
فرمایا کہ یہ شخص اس کام کا اہل نہیں اور مکھڈ سے حضرت زینت الاولیا
کو طلب فرما کر حضرت مولانا کا سجادہ نشین مقرر فرمایا۔

راقم آثم نے اپنے پیر و مرشد حضرت والد بزرگوار سے سنا کہ خلیفہ محمد عابد جی صاحب کی تقرری گو حضور حضرت صاحب نے خود اپنے حکم سے فرمائی، مگر بعض کوتہ اندیش بانی خیل اس تقرری سے رنجیدہ خاطر تھے۔ ان کا دلی منشا یہ تھا کہ چونکہ حافظ خیر اللہ صاحب حضرت مولانا سے مجاز بیعت تھے، لہٰذا منصب جانشینی کے ہم مستحق تھے۔ حضرت صاحب نے ہمارا حق غصب کر کے خلیفہ صاحب کو دیدیا۔ مگر حضرت صاحب پر تو ان کا کچھ بس چل نہیں سکا۔ لہٰذا خلیفہ صاحب کو قولی فعلی ایذا پہونچانے سے دریغ نہیں کرتے تھے۔ اتفاقاً ایک دن انھیں میں سے ایک شخص مسجد کلاں میں داخل ہوا اور اس نے خلیفہ صاحب کی شان میں گستاخی شروع کر دی۔ ایک طالبعلم غزالی نام اس وقت بیٹھا تھا اور دوری میں کوئی چیز رگڑ رہا تھا اسکو اس نابکار کی باتوں پر غصہ آگیا، وہ ڈنڈا جو اس کے ہاتھ میں تھا، وہی اس نے اس کے سر پر دے مارا۔ جس سے وہ شدید زخمی ہو گیا اس بدکردار نے عمداً اپنے سر پر سرد پانی ڈالا۔ تاکہ میں مر جاؤں، اور خلیفہ اور ان کے طلباء کو تکلیف پہونچے۔ چنانچہ وہ اپنے ارادے میں کامیاب ہو گیا یعنی مر گیا۔ غزالی طالب علم کو جب اس نابکار کے مرنے کا حال معلوم ہوا، وہ مکھڈ سے بھاگ نکلا۔ سکھوں کی حکومت میں بس اسی قدر کافی تھا۔ کہ مکھڈ کے نالہ کے اس طرف پار ہو جائے بس یاغستان میں داخل ہو گیا۔ گویا وہ اب حکومت کی گرفت سے

آزاد ہو گیا۔ اس کا پکڑنا حکومت کے لئے ناممکن ہو گیا۔ سنگھ حاکم نے غزالی کے بدلہ میں خود خلیفہ صاحب کو گرفتار کر لیا۔ ایک شخص نے قوم پراچہ سے خلیفہ صاحب کی رہائی کے لئے سنگھ حاکم کو کافی رقم پیش کی، مگر اس بدبخت نے نہ مانا۔ انجام کار غیرتِ الٰہی جوش میں آگئی ایک بادل اُٹھا اور اس سے ایسی شدید ژالہ باری شروع ہوئی کہ الاماں، الحفیظ۔ سب اہالی شہر کو خطرہ ہو گیا کہ بس سارا شہر تباہ ہوتا ہے۔ اور انکو یقین تھا کہ اس ژالہ باری کا باعث حضرت خلیفہ صاحب کی ناحق گرفتاری ہے۔ چنانچہ شہر کے اکثر لوگ جمع ہو کر سنگھ حاکم کے پاس گئے کہ خلیفہ صاحب کو جلدی رہا کرو ورنہ قہرِ الٰہی جوش میں ہے، ہم سب تباہ ہوتے ہیں۔ وہ سنگھ بھی ڈرا بیٹھا تھا، اس نے فوراً خلیفہ صاحب کو رہا کر دیا۔ تب ژالہ باری بند ہو گئی۔ انتہی

دوسرے خلیفہ حضرت زینت الاولیاء حضرت خواجہ رحمۃ زین الحق والشرع والدین جو کہ خلیفہ محمد عابد جی صاحب کی وفات کے بعد بحکم حضور حضرت صاحبؒ، حضرت مولناؒ کے سجادہ نشین مقرر ہوئے۔ آپ کے حالات بشرط وفائے حیات مستعار و رفاقت توفیق الٰہی و امداد حضرات رضوان اللہ علیہم علیحدہ کتاب میں قلمبند ہوں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

تیسرے قاضی بہار الدین صاحب قریشی جو کہ حضرت مولاناؒ

کے جنازے کے امام ہوئے۔ چوتھے حافظ خیر اللہ صاحب پراچہ بانڈی خیل، اُن کا مزار حضرت مولاناؒ کے روضۂ اطہر کے متصل شرقاً واقع ہے۔ راقم آثم کو معتبر ذریعہ سے یہ روایت ملی ہے کہ چونکہ حضرت مولاناؒ مستورات سے بہت اجتناب فرماتے تھے، لہٰذا آپ نے حافظ خیر اللہ صاحب کو اجازت بخشی کہ جو عورت ارادۂ بیعت سے حاضر ہو، اس کو تم بیعت کرو، میرے نزدیک نہ آوے۔ پانچویں حافظ صاحب نابینا جن کا نام رمضان ہے۔ ان کے مزار کا پتہ نہیں، چھٹے حافظ صاحب جو کہ علاقہ جہلم، جھنگ سیال کے باشندہ تھے ان کا نام معلوم نہیں۔ ساتویں مولوی کعب ظہیر صاحب اخلاصی ان کا مزار تونسہ مقدسہ میں ہے، آٹھویں میاں محمدؒ صاحب ولد علی محمد قوم دھوبی ساکن مکھڈ ان کا مزار چکی شاہ جی میں ہے۔ راقم آثم نے معتبر ذریعہ سے میاں محمدؒ صاحب کے ابتدائی حالات کے متعلق یہ قصہ سنا ہے کہ یہ ایک مسکین و مفلس شخص تھا اور حضرۃ مولانا کی بیعت سے مشرف ہو کر حضرت کی خدمت میں حاضر رہتا تھا۔ اور حضرت کے ہمرکاب تونسہ شریف بھی جاتا تھا، اسکی عورت بدچلن تھی۔ اس کا ناجائز تعلق کسی سید سے تھا۔ اس وجہ سے میاں محمد صاحب بہت پریشان رہتا تھا۔ اور عورت کا پہرہ دیتا رہتا تھا۔ حضرت مولاناؒ کے تونسہ شریف روانگی کے ایام آ گئے، میاں محمد صاحب نے بوجہ بدچلنی عورت کے حضرت کی ہمرکابی کا

ارادہ ترک کیا ہوا تھا حضرت جب روانگی کیلئے کنارہ دریا پر برائے سواری کشتی تشریف لیگئے میاں محمد صاحب کنارہ دریا پر حضرت کی قدمبوسی کے لئے حاضر ہوا۔ حضرت نے فرمایا کہ تونسہ شریف نہیں جاتا۔ میاں محمد صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کو معلوم ہے کہ میری عورت بدچلن ہے اور ہر وقت پہرہ دینا پڑتا ہے۔ اس وجہ سے ہمرکابی سے معذور ہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ ایسی عورت کو دفع کر اس کو طلاق دیدے۔ میاں محمد صاحب بلا تامل اس جگہ طلاق کہہ کر حضرت کے ہمرکاب تونسہ مقدسہ روانہ ہوگیا۔ عدۃ گذرنے کے بعد اسی سید نے جس کے ساتھ بدنام تھی اس عورت کے ساتھ نکاح کرلیا۔ جب حضرت مولنا تونسہ شریفہ سے واپس مکھڈ تشریف لائے تو میاں محمد صاحب ہر وقت حاضر خدمت رہتا تھا۔ حضرت نے اس کو ارشاد فرمایا کہ شہر میں گداگری کرکے روٹی لایا کر۔ چنانچہ حسب حکم میاں محمد صاحب گدائی کیا کرتا تھا۔ اور گدائی کرکے جب حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتا تو حضرت پوچھتے کہ کس کس گھر گیا تھا، کیا کیا ملا۔ سب حال روزانہ پوچھتے تھے۔ چند ایام گذرنے کے بعد ایک دن جب حضرت نے فرمایا کہ ان سیدوں کے گھر بھی گدائی کے لئے جاتا ہے یا نہیں۔ میاں محمد صاحب نے عرض کیا کہ وہاں تو میں کبھی نہیں گیا۔ وہاں سے تو مجھے عار و شرم آتی ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ وہاں تو ضرور جایا کر چنانچہ

دوسرے دن صبح کو حسب گداگری کے لئے روانہ ہوا تو تعمیل حکم کے لحاظ سے پہلے پہل انہیں سیدوں کے دروازے پر پہونچ کر گداگری کے لئے صدا دی۔ تو وہ کہتے تھے کہ بمجرد صدا دینے کے میری آنکھ کھل گئی۔ مجھے گھر کے اندر جو مستورات تھیں، سب نظر آنے لگیں۔ میں نے سمجھا کہ میں غلطی کر کے دروازے کے اندر پردے میں آگیا ہوں، جس سے مجھے خوف پیدا ہوا کہ مجھے بے عزت کریں گے مار بھی۔ میں شرم اور خوف سے زمین کی طرف دیکھنے لگا۔ تو زمین کے اندر مجھے بہت سی اشیاء مخفیہ نظر آنے لگ گئیں۔ تب مجھے اپنی حالت کے تغیر کا علم ہو گیا۔ میں فوراً بنگلہ شریف میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت اس وقت بالکل اکیلے بنگلہ شریف میں تشریف فرما تھے۔ جب میاں محمد صاحب اندر داخل ہوا تو حضرت نے خود اٹھ کر بنگلہ شریف کے دروازے کو بند کر کے کنڈی چڑھا دی۔ تھوڑی دیر دروازہ بند رہا، جب دروازہ کھلا اور میاں محمد صاحب نیچے اترے تو ہر خاص و عام کی زبان پر فقیر صاحب! فقیر صاحب تھا۔ آخر الامر سادات ان کے مرید تھے۔ اور فقیر صاحب کے چوپان بردار تھے۔ سبحان اللہ یہ فقیر صاحب کے خلوص و عقیدت کا نتیجہ تھا۔ ؎

چونکہ ذات پیر را کردار قبول ہر دو راضی شد خدا ہم رسول ؐ

حضرت مولانا روم فرماتے ہیں کہ:- ع

چوں گرفتی پیر ہن تسلیم شو　　ہم چو موسیٰ زیر حکم خضر رو

اس پر فقیر صاحب نے عمل کر کے عالم کو اس کے نتیجے سے آگاہ کر دیا۔
رحمہ اللہ علیہ وعلیٰ من تبعنا

راقم آثم نے پیر میر حسین شاہ صاحب ساکن چکی شاہ جی سے سنا ہے کہ فقیر صاحب اس علاقہ میں تشریف لاتے رہتے تھے۔ ہمارے بڑے شاہ صاحب فقیر صاحب سے محبت رکھتے تھے۔ ایک دفعہ شاہ صاحب نے سفر حج کی تیاری کی اور فقیر صاحب سے مشورہ کیا۔ فقیر صاحب نے فرمایا کہ صبر کرو اکٹھے چلیں گے۔ چنانچہ شاہ صاحب فقیر صاحب کے انتظار میں رک گئے حتیٰ کہ ایام روانگی گذر گئے

فائدہ حضرت مولانا فخر الحق والدین رضی اللہ عنہ کے خلیفہ حضرت رحیم بخش صاحب اپنے مکتوبات میں پیر اور مرید کی تشریح اس طرح فرماتے ہیں کہ پیر وہ شخص ہے کہ جو کچھ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے خلاف ہے اس سے کنارہ کش ہو اور جو کام کہ حضرت رسول علیہ السلام سے مروی و منقول نہیں اس سے بیزار ہو۔ بلکہ اپنے آپکو اور اپنی خواہش وارادے کو حضرت کے ارادہ میں گم و نیست کر دیا ہو۔ اس مقام میں بسبب ایسی صفات کے ساتھ متصف ہونے کے حق سبحانہ کے تصرف کا مظہر بن گیا ہو۔ اور اپنے آپ سے بالکل خالی ہو کر حق سبحانہ کی مراد پہ کھڑا ہو گیا ہو۔ یعنی اس سے وہی فعل ظاہر ہوتا ہے جو حق سبحانہ کا ارادہ ہوتا ہے۔ اور مرید وہ ہے کہ ارادہ کی آگ کی تاثیر سے اسکی سب خواہشیں جل چکی ہوں۔ اسکی مرادات سے کچھ بھی باقی نہ رہا ہو۔ اور دل کی بصیرت سے پیر کے آئینہ میں مراد و مقصود حقیقی کا جمال مطالعہ کر کے سب قبلہ ہا سے منہ پھیر لیوے۔ اسکا قبلہ صرف جمال پیر ہو گیا ہو۔ اور پیر کی بندگی میں آزادی سے فارغ ہو اور سر نیاز بغیر آستانہ پیر کے کہیں بھی نہ جھکایا ہو۔ ہر چیز سے منہ پھیر کر اپنی سعادت پیر کے قبول میں اور اپنی شقاوت پیر کے رد میں سمجھے بلکہ اپنے وجود پر رقم نیستی کی کھینچے اور غیر کے تصرف سے خلاص ہو جاوے ؎

آنرا کہ در سرائے نگار یست فارغ است　　از باغ و بوستان و تماشائے لالہ زار

شاہ صاحب نے سمجھا کہ شاید اگلے سال فقیر صاحب کا جانے کا ارادہ ہو گا۔ اس سال تو ہم رہ گئے۔ تا کہ عرفہ کا دن آ گیا۔ اس دن فقیر صاحب شاہ صاحب کو اس حجرہ میں جو کہ متصل مزارات ابتک موجود ہے اندر لے گئے۔ اور دروازہ بند کر دیا۔ شاہ صاحب نے دیکھا کہ ایک میدان ہے۔ جس میں خلق خدا کثرت سے جمع ہے۔ فقیر صاحب نے فرمایا کہ شاہ صاحب یہی میدان عرفات ہے، اس جگہ حج ہوتا ہے آؤ ہم بھی شامل ہو جاویں۔ جب شاہ صاحب نے فقیر صاحب کی یہ کرامت عظمیٰ دیکھی، دل و جان سے ان پر فدا ہو گئے۔ اپنے سارے کنبہ کو فقیر صاحب کا غلام بنا دیا۔ حتیٰ کہ مستورات کو بھی فقیر صاحب کا غلام کر دیا۔ اور فقیر صاحب سے ان کا پردہ اُٹھوا دیا۔ اور آخر دم تک فقیر صاحب کی غلامی کرتے رہے۔ حتیٰ کہ فقیر صاحب اس جگہ واصل بحق ہوئے۔ اور وہیں ان کا مزار مقدس ہے۔ رحمتہ اللہ علیہ واسعہ۔

نویں میاں ابراہیم صاحب ساکن لنگڑیال متصل پنڈ مکھمب: بہت بابرکت اور باتاثیر ہستی تھی۔ راقم آثم نے میاں بہاؤ الدین مرحوم لنگڑیالی سے سنا ہے کہ ایک مرتبہ میاں صاحب مکھڈ شریف کسی عرس پر تشریف لے گئے اور حضرت مولاناؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے بمجرد ملاقات حضرت نے فرمایا کہ میاں ابراہیم تم نے اس دفعہ اجمیر شریف حاضر ہونا ہے۔ میاں صاحب فرماتے تھے کہ چونکہ

اس زمانہ میں یہ سفر بہت دور دراز اور مشکل تھا میرے نفس نے سرکشی کی، میں نے یہ سوچا کہ اگر حضرت نے دوبارہ نہ فرمایا تو میں، نہیں جاؤں گا۔ چنانچہ اس دوبارہ فرمان سے بچنے کے لئے میں نے یہ تجویز سوچی کہ رخصت کے وقت جبکہ مخلوق کا انبوہ و ہجوم ہوگا میں بھی اس میں گھس کر قدمبوسی کر کے چلا جاؤں گا۔ ممکن ہے کہ حضرت ایسی حالت میں نہ پہچانیں یا حضرت کا التفات کسی اور طرف ہو۔ اور میں چپکے سے قدمبوسی کر کے چلا جاؤں۔ لیکن جب میں اپنی تجویز کے مطابق انبوہ میں گھسکر حضرت کے قریب پہونچا، حضرت نے مجھے دیکھ کر فرمایا کہ میاں ابراہیم تم بیٹھ جاؤ حسب الحکم بیٹھ گیا۔ جب سب مخلوق رخصت ہو چکی تو حضرت نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا تونے اجمیر شریف ضرور جانا ہے۔ اور گھر جا کر صرف ایک رات گھر گذار کر روانہ اجمیر شریف ہو جانا۔ پھر میرا سارا حیلہ و حجت ختم ہو گئی۔ حسب الارشاد گھر میں ایک رات گذار کر راہی اجمیر شریف ہو گیا مگر حضرت مولانا کا یہ کمال کرم تھا کہ راستہ میں ہر دن ایک نیا ساتھی ہمسفر مل جاتا جو کہ راہبری بھی کرتا اور راستہ میں روٹی وغیرہ بھی کسی بستی سے لا دیتا۔ اور رات کو چاپی بھی کرتا بس وہ رخصت ہو جاتا۔

دوسرے دن دوسرا آدمی اسی قسم کا مل جاتا۔ سارا سفر اسی طرح طے ہوا۔ تا آنکہ اجمیر شریف پہونچ کر میں نے وہاں تین مہینے قیام کیا۔ اثنائے قیام میں ایک دن ایک شخص میرے پاس آیا۔ اور اس نے کہا کہ میں کسی

مشکل میں پھنسا ہوں، میرے لئے دعا کیجئے کہ میری مشکل حل ہو جائے
میں تمہاری خدمت میں تین سو روپے بطور نذرانہ پیش کرونگا۔ میں
نے اس کے لئے دعائے خیر کی وہ چلا گیا۔ چند دن کے بعد وہ شخص
واپس آیا اور اس نے کہا کہ آپ کی دعا کی برکت سے میری مشکل حل
ہو گئی ہے، میں کل نذرانہ پیش کروں گا۔ اسی رات مجھے حضرت خواجہ
والئ ہند غریب نواز کی خواب میں زیارت ہوئی حضرت نے فرمایا کہ
میاں ابراہیم تجھے رخصت ہے اب گھر چلا جا۔ میں نے بیدار ہو کر یہ
ارادہ کیا کہ بعد نماز صبح روانہ ہو جاؤں گا۔ چونکہ ابھی رات کا کافی وقت
باقی تھا، میں پھر سو گیا۔ دوبارہ مجھے حضرت کی زیارت ہوئی اور
حضرت نے فرمایا کہ تجھے رخصت ہے۔ ابھی روانہ ہو جا بالکل دیر
نہ کر۔ میں نے سمجھ لیا کہ اس نذرانہ کے لینے سے مجھے منع کیا جاتا ہے
چنانچہ میں اسی وقت اُٹھ کر روانہ ہو پڑا۔ نماز صبح میں نے شہر سے
باہر نکل کر متصل شہر ادا کی۔ اور نماز اشراق تک وہاں ہی اوراد میں
مشغول رہا۔ میں نے سنا کہ وہ شخص نذرانہ والا منادی کروا رہا تھا
کہ اس حلیہ کا شخص کسی نے دیکھا ہو، میں اس کو سن رہا تھا، مگر
خاموش تھا، مجھے معلوم تھا کہ اس سے روکنے کے لئے مجھے رات
کو رخصت کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ میں وہاں سے اشراق کے نوافل
پڑھ کر روانہ ہوا۔ راستہ میں مجھے خیال گذرا کہ لوگ کہتے ہیں کہ جسکو
حضرت والئ ہند غریب نواز خود رخصت فرما دیں اس کو کوئی چیز

عطا کی جاتی ہے۔ مجھے تو کوئی چھٹی نہیں ملی۔ اسی خیال میں میں نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا تو چھٹی موجود تھی۔ میں نے جلدی سے اسے نکالا، دیکھا تو اس پر لکھا تھا ترکِ دُنیا ترکِ دُنیا انتہی۔

راقم آثم نے میاں بدرالدین مرحوم سے سنا کہ ایک دفعہ میاں ابراہیم صاحب کے چھوٹے بھائی میاں شمس الدین صاحب نے فقیر فاضل شاہ صاحب گڑھی والے (جو کہ حضرت خواجہ شاہ سلیمان کے خلیفہ مجاز بیعت بھی تھے اور عملیات میں بھی درجہ فائق رکھتے تھے) کی خدمت میں عرض کی کہ کشائش رزق کے لئے کوئی عمل عطا فرمادیں۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ میں پنڈی گھیب آؤں گا، وہاں سے تمہیں اطلاع بھیجوں گا، تم میرے پاس آجانا میں تم کو کوئی وظیفہ بتادونگا چنانچہ حسب وعدہ شاہ صاحب نے اپنی آمد کی اطلاع بھیجی۔ میاں شمس الدین صاحب جانے کیلئے تیار ہوئے، میاں ابراہیم صاحب نے فرمایا کہ جس مطلب کے لئے تو فاضل شاہ صاحب کے پاس جاتا ہے، وہ تو میں بھی جانتا ہوں۔ میاں شمس الدین صاحب نے کہا کہ آپ جانتے ہیں تو آپ بتادیویں۔ میں شاہ صاحب کے پاس نہیں جاتا، اسی میں چند دن گذر گئے۔ چند دن کے بعد میاں شمس الدین صاحب نے عرض کی کہ اب وعدہ کو وفا کرو، میاں ابراہیم صاحب نے فرمایا کہ میں بتادوں گا، مگر حضرت مولنا ایسے کاموں پر ناراض ہوتے ہیں، حضرت ناراض ہوجائیں گے۔ اگر

حضرت کی ناراضگی برداشت کر سکتے ہو تو بتا دیتا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ اچھا جس طرح آپ کی اور حضرت مولانا کی مرضی ہو۔ انتہی۔

یہ تھا حضرت والی ہند غریب نواز کے فرمان ترک دنیا ترک دنیا کا معنیٰ۔ جو کہ اس معنیٰ کا سمجھنا اور اس پر کاربند ہونا ان ہی حضرات کا حصہ تھا۔ رحمہم اللہ رحمتہ واسعۃ شاملۃ

دسویں حضرت حافظ مولوی رحمت اللہ صاحب جو کہ جناب مولانا قاری محمد حیات صاحب کے فرزند اور مولانا عبد الرسول صاحب حضرت مولانا کے برادر کلاں کے پوتے ہیں۔ آپ ۱۳۱۲ھ ہجری میں بلدہ بکھڈ میں حضرت مولانا کی خدمت میں حاضر ہو کر آٹھ سال علم ظاہری حاصل کرنے میں مشغول رہے۔ اور حضرت مولانا کی بیعت کی سعادت سے مشرف ہوئے۔ بعدہٗ خلافت سے فائز ہو کر اپنے وطن میں واپس تشریف لے گئے۔ اور جاتے وقت حضرت نے کچھ کتابیں اور کئی چیزیں عطا فرمائیں۔ اور حضرت نے مجمع پراچگان میں وصیت فرمائی کہ میری وفات کے بعد میرا مال متروکہ آدھا میری جگہ پر خرچ کیا جاوے اور آدھا حافظ رحمت اللہ صاحب کو دیا جائے چنانچہ حضرت مولانا کے وصال کے بعد جب امرتسر میں حضرت کی وفات کی خبر پہونچی تو حافظ صاحب بکھڈ تشریف لے آئے۔ اور حضرت کی وصیت کے مطابق پارچات مستعملہ و غیر مستعملہ وغیرہ اشیاء سے حسب مرضی اپنی کے امرتسر لے گئے۔ حافظ صاحب کے

کے والد ماجد قاری محمد حیات صاحب بھی حضرت مولانا کی خدمت
بابرکت میں حاضر رہ کر علوم حاصل کرتے رہے اور حضرت مولانا کی
اکثر غزلیات فارسی اور ہندی بیت بٹالہ میں ساتھ لے گئے، اُنکے
تشریف لے جانے کے بعد حافظ صاحب حاضر خدمت ہو کر اکتسابِ
علوم میں مشغول ہوئے۔ رحمہم اللہ رحمۃ واسعۃ کاملۃ شاملۃ

خاتمہ حضرت مولاناؒ کے متعلق جو کچھ تذکرۃ المحبوب سے
ملا یا کسی اور ذریعہ سے راقم آثم کو ملا حسب استعداد اس تذکرۃ الولی
میں لکھدیا گیا۔ اب تتمہ کے طور پر حضرت مولاناؒ کی مصنفہ غزلیات اور
ہندی بیت لکھ کر کتاب کو انشاء اللہ ختم کروں گا۔ اللہ تعالیٰ اس آثم
کے اس عمل کو خالصۃً لوجہہ فرما کر شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور سعادتِ
(دارین روزی فرمائے آمین ثم آمین)
بقیہ صفحہ ۱۳۶ کا نیچے ملاحظہ ہو

یؔ یار دے دوروں اوندا جی گھر بار تاں سب لٹا دندیاں،
سینہ ساز کراں وہدے باب میاں تارو کڈھ کے تار وجا دندیاں،
کو ربین کے چاپیالہ کراں لوہو کڈھ دے شراب پلا دندیاں
کتی لکھ ھدیاں مولوی) گذر گیاں گاون درد فراق دا گا دندیاں

یؔ باری رب رسول دالی ہور یاریاں سبھے تکاریاں نی
جیہڑے رب رسول تھیں منکر ہوئے انہاں اتھے اتھے بازیاں ہاریاں نی
ہک خوف وڈا دھامیوں اگے داجی دو جہا چاپاں سرپنڈاں بہاریاں نی
مولوی یار جانی کوئی عمل کیجئے اساں نیکیاں جاو ساریاں نی

یؔ یار پیارڑا اوہ نہیں جیہڑا اگے اساں نال بول دا سی،
ہن اس کے گل نہ مول کردا اگے دکھاں دے کھولے پھول دا سی

غزلیاتِ فارسی

اے ہادیِ راہِ خدا یا مصطفیٰ یا مصطفیٰ — اے قدوۂ اہلِ صفا یا مصطفیٰ یا مصطفیٰ
در مسجد و مکتب توئی در مشرق و مغرب توئی — مطلوبِ ہر طالب توئی یا مصطفیٰ یا مصطفیٰ
ذکرِ تو در ہر انجمن وصفِ تو گوید مرد و زن — نامِ تو در روم و یمن یا مصطفیٰ یا مصطفیٰ
شد فلک معراجِ تو عرب و عجم تاراجِ تو — شاہد گی معراجِ تو یا مصطفیٰ یا مصطفیٰ
در مدرسہ غوغائے تو در خانقاہ سودائے تو — عالم ہمہ شیدائے تو یا مصطفیٰ یا مصطفیٰ
از قدسیاں ہر دے سبق قدسی ز تو گوید سبق — از تو منور نہ طبق یا مصطفیٰ یا مصطفیٰ
اے دردِ من قربانِ من اے دینِ من ایمانِ من — اے جانِ من جانانِ من یا مصطفیٰ یا مصطفیٰ
شد طورِ تو عرشِ بریں شد مسجدت روئے زمیں — شد چاکرت روح الامیں یا مصطفیٰ یا مصطفیٰ
شد تاج لولاکت بسر زانگشت تو شق شد قمر — فضلِ تو بر جن و بشر یا مصطفیٰ یا مصطفیٰ
از ہر چہ بود اول توئی ختم نبوت ہم توئی — اول توئی آخر توئی یا مصطفیٰ یا مصطفیٰ

کن مولوی را محترم تا از سگانِ تو شوم،
در عشق و شوقت جان دہم یا مصطفیٰ یا مصطفیٰ

اے شدہ از خاکِ پایت سرمہ حور و پری
کے تواند کرد با حسنِ تو یوسف ہمسری
صد ہزاراں ہم چو موسیٰ طالبِ دیدارِ تو
در رخِ مہوش از عاشقاں آفتابِ خاوری
ہر ولی و نبی از فیضِ تو شد بہرہ مند

کس نپوشید است چوں تو خلعتِ پیغمبری

خاکسارانِ نوازشہایاں برتر اند
بر ہمہ شیران سگِ کوئے تو دارد مہتری

کے توان مثلِ تو گفتن در جمیع کائنات
زانکہ از ملک و ملک و ز جن و انس افزون تری

بادشاہانِ جہاں گر شربتِ عشقت چشند،
تلخ گردد بر دل شان تخت و تاج و سروری

دلبرانِ ایں جہاں از حسنِ رویت غافل اند
ورنہ کے در دل بماند نخوت و ناز و دلبری

کشتۂ عشقت نگردد زندہ با صد چوں مسیح
تا نگردامن کشاں بر مشتِ خاکش بگذری

تر نگردد تشنۂ روئے تو با آبِ حیات
از شکر شیریں تری و ز آبِ حیواں تر تری

گر نہ بودی کے بدی افلاک و حیوان و نبات
وصفِ تو دیگر چہ گویم بہتر از ہر بہتری

راہِ خدا گم کردہ را رہبر خدا را فریاد رس
اے کہ در راہِ خدا صد بار خضر رہبری،

کن منور از جمالت دیدۂ اہلِ طلب
اے کہ بر چرخِ فلک ماہِ منور انوری

مولوی جامِ مئے عشقت ترا دارد ہوس

چہ عجب گرانہ سگاں کوئے خاصش بشری

شہیدِ تیرِ آں تر کم کہ از ابرو کماں دارد
خدنگ از دست آنخورده‌ام کہ از مژگاں سناں دارد

خوش آں عاشق کہ از جاناں رخ مہر و فا بیند
زِ یارِ خویش حیرانم نہ ایں دارد نہ آں دارد

زِ چشم مست بیمارش چہ بیماری فزود آخر
کہ از ہر سو کہ می بینم ہزاراں کشتگاں دارد

چہ شور انداخت دو جانم جمالِ روئے آں گل رخ
کہ چشم نیم خواب او ز ابرو سائباں دارد

تر دبر آتشم آب آں سحابِ مکرمت یارب
چہ کیں است اینکہ با من آں شہِ نامہرباں دارد

حدیثِ حسن یوسف را کجا دانند اخوانش،
زلیخا را ببیں از وے کہ صد شرح و بیاں دارد

مریجاں خاطر از غم ہا و راحت بے الم مطلب
کہ با عشتان ایں عالم بہار اندر خزاں دارد

خدارا اے صبا با آں شہِ خوباں عالم گوئی
کہ از لب تشنگی مردیم و شربت در دہاں دارد

صبا با آں طبیبِ عشق حال مولوی بر گو
کہ بس عمریست کیں بیچارہ سر بر آستاں دارد

نقدِ جاں دادم بہایت اے مہِ کنعانِ من
ملکِ دل کردم خرابت اے شہِ خوبانِ من
خانۂ جانم شد از اغیار خالی اے صنم
خوش بیا در جانِ من اے جانمن جانانِ من
من نخواہم غیرِ تو ملک دو عالم گر دہند
لَیْسَ فِیْ قَلْبِیْ سِوَاکَ اے جنتِ رضوانِ من
لافِ عشقِ تو زنم گر خوں بریزی ہم رواست
باختم سر در ہوایت اے گلِ بستانِ من
یوسفِ گم گشتہ میجویم ندارم میلِ گل
بازگو از حالِ من با آں شہِ خوبانِ من
بوئے عنبر کے خوش آید در دماغم اے عجب
سایہ افگن بر سرم اے سنبل و ریحانِ من
برقِ آہِ دردمنداں تیغ براں است تیز
الحذر اے مدعی از تیغِ خوں افشانِ من
آہ من گر سر کشد سوزد زمین و آسماں
بر حذر باش اے رقیب از آتشِ سوزانِ من
آبِ چشمم شست نقشِ غیر از لوحِ دلم ؛
محترم باش از خدا! اے دیدۂ گریانِ من
صد قیامت گر رود ہرگز نمی گردد جدا ؛ ؛

حسن بے پایانِ تو از عشق بے پایانِ من
دارد از تو طوطی جانم بدل صد داستاں
وائے بر من گر نہ پرسی شرح از ہجرانِ من
ملکِ دل تاراج کردی قصد جانم ساختی
جان و دل باد فدایت اے گُل خندانِ من
بگذری گر ناگہاں بر تربتم اے قاتلم!
دود آہم را ببینی از کفن اے جانِ من
عشق را صد مرحبا میگویم و گویم بیا!
مرحبا یا مرحبا اے دردِ من درمانِ من
مولوی در عشق دادی دین و دانش را بباد
آفریں صد آفریں بر ہمت مردانِ من

یار در جورِ دل برانہ ہنوز	آتشم می زند زبانہ ہنوز
ساقیا سوختم زِ تشنہ لبی	تابکے حیلہ و بہانہ ہنوز
گرچہ بے رحمیت زِ حد بگذشت	سرِ ما خاکِ آستانہ ہنوز
واعظا بس کن از نصیحت و پند	چند ازیں قصہ و فسانہ ہنوز
دلِ من در ہوائے آں عنقا	کہ نہ بینم از و نشانہ ہنوز
عاشقِ خستہ غرقِ دریا ئیست	کہ ندیداست از و کرانہ ہنوز

غزلے خواند دوش مطربِ عشق
مولوی مست از آں ترانہ ہنوز

مستی عشق بہ از ورع و تقوی می بینم — سوزش علت عشق عین دوا می بینم

درد و الم و تاب و تب و سوزش دل — بانقم گفت کہ اسباب بدہی می بینم

غرق دریائے الم دید مرا چونکہ طبیب — گفت خوش باش کہ آثار شفا می بینم

حاجت مسجد و محراب مرا نیست کہ من — طاق ابروئے تو محراب دعا می بینم

روئے آں ماہ ندیداست ملامت گر من — او چہ داند کہ من خستہ چہا می بینم

کس ندیداست نہ بیند ز خم طاق سپہر — آنچہ من از خم ابروئے دوتا می بینم

گرچہ ذات تو منزہ ز مکانات و جہات — در مکاں با ہمہ سو روئے ترا می بینم

دولت وصل باسباب علل نتواں یافت — دلبرا ایں ہمہ از فیض شما می بینم

مولوی دامن آں سیم بر از دست مدہ

گرچہ صد گونہ از و جور و جفا می بینم

ہر زمانے دلبرا شکل پیدا می کند — عاشقاں را بر جمال خویش شیدا می کند

آید از بہر تماشا سوئے بازار جہاں — چوں ببیند ہر طرف خود را تماشا می کند

با کمال حسن صورت بر مثال احمدی — خویش را در یثرب و بطحا ہویدا می کند

مولویا میگفتمی سر انا الحق بس نہاں

لیک خود عشق ایں سخن را آشکارا میکند

بلبلا خوش خبر از جانب گلزار بیاد — بوئے گل گر نرسد از چمنش خار بیار

واعظ از جنت و طوبی چہ دہی یاد مرا — شمہ از وصف رخ و قامت دلدار بیار

عقل دیوانہ شد از پند و نصیحت بگذشت — بہر آنش از سلسلۂ زلف شکن دار بیار

عود و عنبر بچہ کار آیدم اے باد صبا — بوئے از پیرہن آں گل بے خار بیار

دلم افسردہ شد از تیرگی قیل و مقال — ساقیا جام لب لعل رخ یار بیار
صوفی از کشف و کرامات مزن لاف دروغ — نکہتے از آہوئے و مشک ازو مین یار بیار
دردِ عشق تو ندارد بجز ایں درد دوا — حال ایں عقدہ ز رندانِ قدح خوار بیا
کشتۂ عشق شدے از سرِ ازل یافت خبر — کشف ایں راز ز منصور دل افگار بیا
سرِ عشق از دل منصور میسر نشود — گر تو معتقدِ رندانی رسن و دار بیار
عالم مردہ بیک عشوہ چرا زندہ نکرد — ایں حکایت بر عاشق گستر عیار بیا
در رہِ عشق ز تقویٰ و ورع لاف مزن — نالۂ درد و فغاں سینۂ افگار بیار

مولوی چند نہی دام بہ تسخیر عوام
دل آتش زدہ دیدہ خونبار بیار

جلوہ گر در دو جہاں غیر خدا نیست کسے
از حریم جلالش باندہ جدا نیست کسے
ہرچہ در دیدہ تو نشو و نما ہے دارد
ہمہ فانی است بجز اہلِ بقا نیست کسے
آدم کو ز خلائق بسر پیرا ایجاد
متمکن بسر صدق و صفا نیست کسے
گر خدا می طلبی صحبت رنداں مگذار
ہم چو شاں سوئے خدا راہ نما نیست کسے
زاہدا طعنۂ رنداں ز سر نخوت مکن
کہ چو ایناں بر رہِ عشق دو فا نیست کسے

مولوی سجدہ کہہ بارگہہ پیر مغاں است
کہ جز او ہیچ پئے سجدہ سزا نیست کسے

حضرت مولٰنا رضی اللہ عنہ کی فارسی کی غزلیات اسی قدر دستیاب ہوئی ہیں۔

حضرت مولانا کے ہندی ابیات کے متعلق تذکرۃ المحبوب میں مولوی عبد النبی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت زینت الاولیا نے فرمایا کہ ہمارے میاں صاحب کی تین سی حرفیاں ہیں ایکدفعہ حضرت زینت الاولیا نے کسی گویتے سے کسی چوتھے حرف کا بند سنا تو آپ نے فرمایا کہ شاید ہمارے میاں صاحب سے چوتھی سی حرفی بھی ہو اور مولوی عبد النبی صاحب نے صرف ابیات تذکرۃ المحبوب میں وہ ابیات لکھے ہیں جو حضرت مولٰنا کے اپنے باخط مبارک کے لکھے ہوئے الخ دستیاب ہوئے ہیں۔ وہ ایک سی حرفی بھی مکمل نہیں۔ بقایا کو عدم اعتماد کی وجہ سے نہیں لکھا۔ راقم آثم نے جو ابیات مطبوعہ وغیر مطبوعہ دستیاب ہوئے سب کا لکھنا ضروری سمجھا ہے۔ اگرچہ کسی حرف کے متعدد بند ہیں اور کسی حرف کا ایک بند ہے کسی حرف کا ایک بند بھی نہیں۔ الاعمال بالنیات والعلم عند اللہ

ابیاتِ ہندی

اِن میں جو بیت حضرت مولانا کے اپنے ہاتھ مبارک سے
لکھے ہوئے ملے ہیں، ان کو پہلے لکھا جاوے گا اور اس علامت
ص کی ہوگی

الف اپنا آپ گنوا میرے جے نیں شوق دیکھنے دار کھیائی
جنھاں دکھ نہیں تنہاں سکھ نہیں سکھی ہوئی ہو یا جھیڑا دکھیائی
انہاں حاجت شہد دی مول نہیں جنھاں زہر پیالہ چکھیائی
مولوی نیواں نیواں سب کھل گیاں جد دن حرف پریم دا سکھیائی

الف آویں سے یار پیار یا تے کبھی ڈیل لایا تدھ آونے نوں
میریاں اکھیں سکن تیرے دیکھنے نوں میری سکے زبان الاونے نوں
میری لوں لوں سکے جانی پیار یاوے میری باہاں سکن گل لاونے نوں
بن کے مولوی جی عرض کردا کوئی دسو تاں تھل کماونے نوں

الف آجانی سینے لایا کالی آپ سامنے دیہ دیدار میں نوں
جس دن تیرا مینوں عشق لگا سب بھل گیا گھر بار مینوں
نال سیاندے آتن وچ کتاں مینے دیوے نال لوک ہزار مینوں
مولوی یار جانی نام رب دا ای ہن تاں آپ موریاں نہ توں مار مینوں

الف ہمزہ وانگوں دل کہاریاں کدیں دیہ دیدار نہ رکھو لاوے
پانوہی پچھیدیاں سارا دن گذرا گذری رات ساری گندیاں نیچ تارے

نہیں یاں بیٹھی نہ وہ گلاں لیندیاں کوڑی دھم پیا وچ جگ سارے
مولوی تتیاں نور حضوری دی جی نہ میں مہندی لائی نہ میں چڑیاں کہارے

الف بحرہ آویں نہ یہ یار پیارا یادے کہیا تُس بیٹھوں پردیس میاں
تَر ڈے وال کھلے سیرے نین ڈٹے ہیں ناں ہمعریاں ہیلدے لیں ہماں
سوہنا یار میلدے مدت گھنی گذری رت روندے نین ہمیش میاں
رہا چھینتر بہار نوں پھیر آئیں مولوی آوے تاں اپنے دیس میاں

ب۴۱ باجھ پیاریاں جانیاں دے سینہ تپ کے گرم تنور ہویا
سَدھ بَدھ جہاں دی بُھل گئی شیشہ عقل شعور دا چور ہویا
کئی لکھاں طبیباں دے ہٹ رہی پھٹ عشق دا مول نہ دور ہویا
مولوی چھوڑ نہیں لبھا یار والا نعمہ پالنا بہت ضرور ہویا

ب۴۲ بس بائے متیں دس ناہیں لگا عشق ایہیاں گلاں مت دیاں
لگا عشق منیوں کیکن کتن دیوے جہناں عشق نہیں سوئی کتدیاں
چرخہ بھن ہلڑ ونڈا چور کیتا میڈیاں پونیاں دیڑے وچ وتدیاں
کوئی ایسا ہووے مولوی یار میلے جس باجھوں سبھوں رت دیاں

ب۴۳ بالن بالن سکیاں کا ٹھیا نڈا کرمان نال بلیندیاں سیناں نی
ہکن سوئی سنجاں چڑھ سیج مانن ہکن بہہ لواندڑی رنیاں نی
ہکن جاگدیاں مٹنے بہاگ نہنے ہکن ستیاں کیسر پہنیاں نی،

مولوی یار جیہے رب یار میلے میریاں سبھے مراداں پنیاں نی

دب بس سیاں میرے دس نہیار ، دل کھس کے جانی نس گیا
میناں چہیدیاں راولاں جوگیاں توں مینوں جا مقام نہ دس گیا
اندر بہہ کے میں رنجوریاں مینوں نیزاں دیا دارو نہ دس گیا
مولوی یار جیہے رب یار میلے دل میں تناں دا کھس گیا

دب بازار دیکھاں وچ یار ناہیں طرفاں چار دسن ہسے اجاڑ مینوں
عشق خوار کیتا ڈنگ مار گیا سوہنا یار تاں گیا وسار مینوں
نہ میں یار بھالوے نہ سنگار بھالوے لگا ہجر دا سخت آزار مینوں
مولوی عرض قبول جناب ہووے رب آن میلے دلبر پیار مینوں

بھ بھاہ کھڑکدی بھڑک لگی بھڑ گیاں تاں لونیاں چیلیاں نی
لوں لوں نہ چوں دھواں رگ رگ اندر بھانبھڑ بلیاں نی
جنھاں سجناں کارن گھر بار چھوڑیا انہاں یار جھوکاں وچ ملیاں نی
مسلہ بنج بچھو مولوی یار کولوں پرتیاں [illegible] کد سکھلیاں نی

دت تخت ہزارے دیاں وادیاں آیاں باغ باغ ہویا دل عاشقاندا
سیاں دیہن مبارکباد مینوں دل شاد ہویا یکبار صادقاندا
دکھ درد ہویا غم چور ہویا سینہ چاک ہویا دیریاں فاسقاندا
مولوی ہو ویکھے انہاں دوستاں دی بھڑے ہاسیاں نت عاشقاندا

دت نہ کلا ہیم دا منگ رہیا [illegible] یار دا کسنیاں نی
کوئی تند فراق دی پے گئیا گلیاں [illegible] نی

عشقے زور کیتا پھٹاں شو کیتا ہنجوں رگدیاں لہو رتے دیاں
مولوی یار سوہنا اساں نوں شش وسو سادا جگ کھلیندی تدیاں
ت ۳۳ تکدیوں تکدیں اکھیں تھک گیاں قاصد بھیج تھکی سوہنے دلمیاں
کوئی رب دے نام تے جا آکھے جانی اک واری گھر چل میاں
مر چکیاں وچ فراق تیرے توڑے سکھ سنیہڑ گھل میاں
مولوی یار دا دل اداس ہویا قسمت لئی بیٹھی کوئی پل میاں
ت ۳۴ تکدے مول نہ تھکدیاں اکھیں روز نہیں روز سوایاں نی
اکھیں گھیریاں نی غم یار دا نے کملا لوک جانے اکھیں ایاں نی
سوہنے یار باجھوں تاں میں اینویں پہراں جنویں بانجھ پانی مرغابیاں نی
مولوی یار جانی جنہاں لایاں نی انہاں لا کے توڑ نبھایاں نی
ت ۳۵ ثابت ہاں قول قرار تے میں نتاں عشق دا تند نہ توڑیا جی
ماہیوں ہٹ رہے گل گھٹ رہے لوبایا ردا مول نہ چھوڑیا جی
سیاں سارڑیاں طعنے ماریاں اساں یار تھیں مکھ نہ موڑیا جی
دکھ درد لکھے مولوی بہادہ تیرے لکھے ازل دے نوں کن موڑیا جی
ت ۳۶ ثابت رکھ یقین مائے سانوں دیس بگانڑے گھل نہیں
چرچہ گت نجاناں تے وٹ پونیاں سوئی کڈھن کشیدہ دا دل نہیں
اگوں سعس نناندے دس لوناں تان رنگ محل نہیں
مولوی یار ملے تاں میں جیونیاں ساڈی دوہی دے نال کائی گل نہیں
ث ۳۷ ثالث اساں وچ کوئی ہووے ستم تجربے فراق دا دور کرے

بانہہ پکڑ غریب یتیم دی جی اگے یار دے ... منظور کرے
مکھ دیکھنا یار دا لکھاں جیہاں تورڑے بولنا نا منظور کرے
مولوی تیر وچھوڑے دا برا ہوندا چھاتی ہن کلیجڑا چور کرے

جالن میں دکھاندے نال ہویاں کھیلاں ... مول وچھا مائے
پیلا زرد ہویا رنگ تنا میرا سوبا ہنے لوں کھوک ... ے
زخمی کیتی ہاں میں غم یار والے متیں دیکے لوں نہ پا مائے
مولوی مل بیٹھا کوچہ یار والا ساڈے آونیں تھیں چیت چا مائے

جوگ نیناں دی جودتی عاشق وانگ کھونیدی مثال میاں
لوٹے بن درداں تے تیار کیتے دٹ گھتی سولاندی مہال میاں
پانی لا دتا باغ یار والے کھڑیا چنبہ تے گل گلاب میاں
مولوی مشک بہار کھلیاں فی چمن والا تان سوہنا یار میاں

جان میری وچ جانیاں دے جتے جانی میرا اوتھے جان میری
جانی جان دے وچ مکان کیتا جانی جانی کو کنید ری جان میری
میرے جانی دا نہیں کوئی ہوثانی جانی جان تے جان قربان میری
مولوی یار میں روکے عرض کردی ہوئی بند حضور زبان میری

جان کے جان حیران کیتی نہوڑا کے پچھوں تاولی ہاں
سوہنا یار دا ملنا دور دسے بھاری منزلاں تھیں غم کھانی ہاں
کدوں ملسن بند ھ دور ادھر سے جی لک بن کے دوڑدی جاونی ہاں
میرے یار نوں مولوی جا آکھیں تینوں بھاونی ہاں کہ نہ بھاونی ہاں

ح حال نہیں بہت بیحال ہوئی سیو خبر کرو پیاریاں جانیاں نوں
پئی سکدی ہاں مونہہ ویکھنے نوں اوسیاں پاؤنی ہاں دل جانیاں نوں
دکھاں درداں نے مار جیراں کیتی ذرا رحم نہ آیا یار گمانیاں نوں
لکھی قلم ربانی نوں کون موڑے مولوی دس نہیں کچھ جانیاں نوں

ح حال پر میرا اللہ پاک جانے درد عشق والا مینوں کھا گیا
سیو کدوں پیارڑا پھیرا پاسی درد ہجر والا جھیڑا لا گیا
کدوں پھیر پھیرا پاوے یار میرا جھیڑا جھگڑی بیڑ لگا گیا ٭٭
مولوی یار میاں دکھ پیش آئے دلیاں سکھاندا اج دہا گیا

ح حال اساڈے نوں کون جانے دردمند ملے کوئی آ کے جی
داں نال حقیقتاں کھول دساں سارے دکھڑے دلاں سنا کے جی
میری جان کباب دی سیخ بنی ماہی پریم دی آگ لگا کے جی
مولوی یار جانی انگن پائیں پھیرا نہیں تاں جاوسی جند رہا کے جی

خ خال محبوب دا بھورا کالا بیٹھا مل کے پھل گلاب دا جی
زلفاں لٹک پیاں وچ گل تیرے بیٹھیاں گھیر کے رخ مہتاب دا جی
لڑی موتیاں دی دند یار دے نے اکھیں رہن جو مست شراب دا جی
ابرو سجناں دے مولوی قبلہ ساڈا نوں شوق نہ مول محراب دا جی

خ خوف گوڑا اسیاں ظالماں دا کی گلاں دا لکھ دسے بناوندے نی
ہکا گل کیتی نال یار دے جی گل پا کے ڈھول وسجاوندے نی
اساں سجدہ کیتا دلدار دے نے جیہا لوک مکے نوں نسیں تواوندے نی

مولوی صدقہ ونجاں انہاں عاشقاں توں جیہڑے کفر وچ ایں نشر بانبدی

ڈ دسیں وے راولا ہتو گیا وے ہک نیں جیہا میرا یار آیا
اسدا موہنہ مہتاب گلاب چشماں میرے سینے دا یار سنگار آیا
روندی چھوڑ گیا، دل توڑ گیا، میرا اسی دے نال پیار آیا
مولوی یار جانی میں نال نندوں بھلیاں جدوں حسن دا گرم بازار آیا

ڈ دوستاں دیا اکھیاں سٹھیاں مائے کامن پا غریباں نوں ٹھگ گیاں
دھیڑی کونج وانگوں کرلاندیاں میریاں کوکاں نال ساری جگ گیاں
بیٹھی روندیاں اس دلبڑے نوں جس ڈیٹے نال اکھیاں لگ گیاں
مولوی لکھیاں کلاماں نوں کون موڑے جیہڑیاں روز ازل دے وگ گیاں

ڈ دوست اساڈے نوں کون جھڑکے جھڑکن والی نوں چا قربان کیتا
جس دا مکھ ڈٹھیاں دکھ درد ہووے اس کسی دا کی زیان کیتا
اساں نیتی نماز پریم والی مکھ یار دا چا عیاں کیتا
مولوی یار جانی گلاں سولی بہلیاں جنہاں گلاں دا چا بیان کیتا

ڈ درداں دا کاغذ قاصد آ دے میرے یار نوں جا کے پہنچا ونائی
اول لئیں توں حال احوال اس دا پچھے کھول بیان سنا ونائی
باہاں بنھ کے عرض سلام کریں رو رو درداں دا خط وی پڑھا ونائی
جا کے آکھیں توں مولوی ڈے یار دے نوں جی پریت نوں توڑ نبھا ونائی

ڈ دولتاں سبھے ڈے لٹا بیٹھی جدوں عشق دے آکے چور پئے
اگے بکی قضیئے نوں روندی ساں ہن لکھاں قضیاں دے ہور پئے

میں تاں کڈھ کٹ یار بجاندی ساں ہن گڈھنے تر تے مور پئے
مولوی یار جانی ساتھی سوئی چنگے چھڑے گل جمے اج گور پئے

ڈ دل میرا ایہو منگدائی سوہنے یار دے قدماں دی خاک ہوواں
کراں روندیاں مجنوں دے نال وتنوناں میں غیر دے عیب تھیں پاک ہوواں
میں تاں بابجہ سجن کسی کم دی نہیں توڑے لکھ سیواک شناک ہوواں
مولوی یار توڑے جگت برا بولے پر نہ یار دے لوں عیب ناک ہوواں

ذ ذات بلادی غلام ہوواں باندی ہو حضور کما وندیاں
توڑے منگی برات نہ پوسوہنا دربار کون چھوڑ بجاں وندیاں
دھواں پا بیٹھی دربار والے میں تاں انگ بھبوت لگا وندیاں
مولوی ایسا ہووے سوہنا یار میلے تاں میں سیاں دے وچ دی سہاوندیاں

ر روندیاں وقت نصیب دے نوں جیہڑی نیلے میں لکھیاں لا بیٹھی
پہلے مت نہ آوندی ہتھ میرے سر عشق دا بھار میں چا بیٹھی
جاؤ جاؤ سیاں مینوں ایہو نہیں عشق یار دا جھولی میں پا بیٹھی
ہا کے آکھو تاں مولوی دے یار نوں جی ہتھوں لپنے میں موہرا کھا بیٹھی

ش شیر دے وچ کھوہ سپا تساں نام لیا بڑ جاونے دا
منہ سک گیا دل تڑٹ گیا بھل گیا ان کھاونے دا
سوہنا ٹریا دیدار مڑ بھاے نہیں جگ ست گیا اکھ بہانے دا
مولوی یار جانی واسطہ رب دا ہی کوئی کاری کریں پھر آونے دا

ش راہ ماہی دا میں کھلی بھالاں مینوں ہور نہ سجھدا کم مائے

اکھیں وچ اڈیکاں دے پک گیاں لہو نیر وہے نرم نرم ماہئے
کبھی واہ وچھوڑے دی گل پی سٹ پل گیا ہڈ چم ماہئے
کوئی ایسا ہووے مولوی یار میلے لکھی لوح محفوظ قلم ماہئے

۱۲ رب رحیم دا واسطہ ہئی اساں سکدیاں نوں نہ سکا ماہی،
جھولی اڈ کھلی تیرے پاس سوہنا نام رب دا ای خیر پا ماہی،
لگی مرض وچھوڑے دی دق وانگوں باہجوں دید دے نہیں دوا ماہی
مولوی یار میاں انگن پا پھیرا ہووے عاشقاں ترت شفا ماہی

۱۳ زلف محبوب دی ناگ کالی دل عاشقاں دا نت ڈنگدی لی
ذرا رحم نہیں انہاں ظالماں نوں ڈنگ ماردے مول نہ سنگدے نی
اکھیں تک کے نال کمان ابرو چھک ماردے تیر تفنگ دے نی
مولوی عشق منیاں انہاں عاشقاں دا دل دیکے مول نہ منگدے نی

۱۴ شہر عشق دا میں قبول کیتا بیٹھ گھتاں نال لیف نہالیاں نوں
میں جاں کھیڈن خواب خیال کیتا چا پھوک دتا انہاں جالیاں نوں
جنہاں دکھ لگا تنہاں سکھ کیہا سکھ مول نہیں دردان والیاں نوں
دامن یار دا مول نہ چھوڑئیے جی مولوی بھاوے لگے خوش حالیاں نوں

۱۵ سیج جانی توں پردیس چلیوں سے فی امان اللہ فی امان اللہ
تیری بانہہ حوالے رب دے جی نگہبان اللہ نگہبان اللہ
سوہنا ٹریا دیندا مڑ بھاوے نہیں ہیں حیران اللہ حیران اللہ
کبھی واہ وچھوڑے دی گھلی مولوی سبحان اللہ سبحان اللہ

۱۶ سجناں نیچ فراق تیرے کھڑی حال دسے نال ہی چالیاں دے
گیا بجھ چراغ بے ہوش والا کھڑے زور نزاں تے بال بیمار آئے

مینوں سٹ گیوں وچ پردیس جانی ٹھرڑے دیس اندر جاکے بہاں سانوندے
مولوی یار جانی آکے اس پار پھیرا تیری مہر توں نت سنبھال سانوے
مُنّ شرم کیہیا جیہنے عشق لگا عاشق شرم نوں مار گوا دندے نی
رہندے مست شراب دیدار دے نہیں دارا باجھ غلام کہاوندے نی
انہاں موت نہیں انہاں فوت نہیں الا اللہ دی ضرب لگاوندے نی
کلمہ پاک رسول مقبول دے نوں مولوی سینے دے وچ لگاوندے نی
ش شرم کیہا جیہنے عشق لگا اتھے رو رو حال سنائے جی
سر کپکے تلی او تے رکھ لئے جیہنے یار ہو دے اتھے جائیے جی
تورُڑے لڑے تان آندھ گواندھ سارا جان جیہنے عشق کمایئے جی
مولوی یار جانی مردیاں مرجایئے اس عشقے نوں لج نہ لائیے جی
ش شرم کیہا جیہنے عشق لگا عشقے لکھاں حیا نواندے بور چھوڑے
جیہنے پیر دھرن دی جا نہیں عاشقاں آن کھیجائے میدان گھوڑے
سے ہور رہے سے ہٹک رہے ڈٹھے راہ محبوباں دے کون چھوڑے
مولوی منگ دعائیں قبول ہون متاں رب اساڈے جوڑے جوڑے
ش شوق تساڈے تھکیں سجناں دے مینوں پہلے نی فکر جہاں ڈالے
یاد آوندی شکل مہتاب والی جیہویں یوسف ماہ کنعان والے
جو نسی سدکے فال کڈھدا وفی ہاں کدوں جا وسن روز ہجران ڈالے
مولوی یار تائیں آکھیں جا قاصدا میرے مطلب سب زبان ٹلے
ص صبر نہیں آوندا عاشقاں نوں کیہی عشق چلائی سانگ مینوں
تسبیح کوزہ مصلے اکھل گیا عشقے جھاڑو کہائی کا نگ مینوں
عاشقاں نیتی نماز پریم والی کینے عشق سنائی بانگ مینوں

مولوی یار جانی میں حیران کھلی رہتیں وہاں جھاں دی تانگ منیں
ص صبر کراں سینے اگ لگے سیاں دیندیاں نت دے تسلیاں ڈے
گھر بار حویلیاں یا سیجہ تیرے کہاون ڈنگیاں شہر دی گلیاں دے
مینوں کسی دا لولیاناں بہاوے بیٹھی رودندی نت اکلیاں دے
آکھو جا کے مولوی یار تائیں نساں چٹھیاں لکھ دے نگلیاں ڈے

ص ضبط کر یک الف اللہ دہندے ہور جہاں دے چھوڑ کے جی
کرو یاد توحید کتاب تائیں سارے علم جہاں دے بوڑ کے جی
گل کثرتاں کر و فنا بھائی واحد لاشریک نوں توڑ کے جی
لدھا مولوی حرف توحید والا علماں ساریاں کھتیں منہ موڑ کے جی

ط طعنہ دیوے مینوں جگ سارا میں تاں عشق کھتیں باز نہ آونی ہاں
بہنہ گہتی میں سیج کھیڑیاں دالی دل رانجھن توں گھول گھماونی ہاں
رانجھا تخت ہزاریدا سائیں آہا میں تاں ہیر سیال سڈاونی ہاں
مولوی بہا دلگے مال خزانیاں نوں یک یار دا دام دے رکھاونی ہاں

ط طرف لساڈڑے کوں بھیجاں کسی نال نہ جھکدی بولدی ہاں
دوتی جھوپ کے جھانیاں یاوندے نی اندر بیٹھ مصیبتاں پھولدی ہاں
اٹھ باہر دیکھاں روندی پھیر آداں ناہیں صبر قرار بیٹھی ڈولدی ہاں
مولوی یار دے جائیکانیاں نوں نت یا پھیرے پی ٹولدی ہاں

ع علم پڑھیا اساں عشق دا جی سانوں ذکر ندا کرے بھل گئے
جیھٹی برہوں دی تیر تفنگ والی سینہ مار کلیجڑا اسل گئے
ظالم برہوں دی آن کے کٹاک پی گھن جی نمانے نوں جل گئے
مولوی زہر پیالڑا پی بیٹھی دوتی دیکھ تماشڑا بھل گئے

ع۲ عشق دا مشک اولٹراتوں سو نگھ ناہیں متاں دھا جاوے
سودے ولاندیاں نوں منہہ پاناہیں متاں مفتی جان دکا جاوے
ایہ نیہ نہیں یار دشینہ انہی نیر ٹے وچ نہیں متاں کھا جاوے
مولوی پئوں دے نال پیار تیرا متاں کھلاں دے وچ رلا جاوے

ع۳ عشق جنہاندے خیال پیا سوئی پھر دیاں چپ چپاتیاں نی
اندر ورن تاں پیر فقیر سودن باہر پھر دیاں گنگیاں باتیاں نی
جیندا منہ مہتاب گلاب چشماں سوہنے نین انہاں دیاں کاتیاں نی
مولوی یار جانی جنگوں یار ملے ٹھنڈیاں ٹھاؤ ہناندیاں چھاتیاں نی

ع۴ عشق جنہاندے خیال پیا سوئی سک گئے وانگوں کانیاں نے
جیتھے عشق ظالم وچ کیتے ڈیرے عقل چھوڑ گئے کولوں دانیاں نے
ہک عشق نسادڑے سارڑے سوہنا ندا لوک سائے نال طعنیاں دے
مولوی یار ملے تاں میں جیوندیاں میرا ادرح آئے وچ خانیاں نے

ع۵ عشق تیرے نے چرخ چاڑیاں گلاں ہلدیاں ہلایاں ہل گیاں
ویکھن یار کارن اکھیں سر پایا ہجوں ڈلدیاں ڈلدیاں ڈل گیاں
زلفاں یار دیاں کالیاں ناگاں وانگوں ہی کھلدیا کھلدیاں کھل گیاں
مولوی خاک دے نال رلا چھوڑیاں ہڈیاں رلدیاں رلدیاں رل گیاں

ع۶ عشق ظالم سینار دانگوں مینوں گالیا گھت کٹھالیاں دے
لگی آگ برہم بھڑک جیسے اتوں شوق بھوکیدڑا نالیاں نے
اتوں گھت سوہاگڑا سوز دالاگی سیم جیہاں دیہاں گالیاں وے
میرے یار نوں مولوی جا آکھو نیرے دید دی نت سوالیاں وے

بن یار نہیں ہوندا دارو میرا نوڑے لکھاں طبیباں دے ڈھو لتیں
نیہ لگ کے مول نہ چھڈدا ہے لٹاں پیٹ نہ مہندیاں کھو لتیاں
مولوی چاٹ پریم دی لگ گیا پانی مٹی دے نال نہ ڈھو لتیاں

ف فرض نماز پریم والی عاشقاں نیتا یکا رکعت میاں
رمزاں نال رکوع سجود کردے اگے وحدت دا الڑی ذات میاں
عاشق وچ وصالاں دے غرق ہوئے پھیر بیٹھے نی التحیات میاں
مولوی الوہیں وجایا عمر ساری عشقے باجھ تان کالڑی رات میاں

ف فکر کر وہیں اکھیں ہار جو گی سائے کے فنال کڈھا دیکھو
کوئی روز سو لکھنا بھاہ میرے کدوں آدمی ذرا پوچھا دیکھو
نا ہیں زور تراں پیراں اندر نوڑے پکڑ کے باہاں اٹھا دیکھو
مولوی باجھ دیدار دوا نہیں نوڑے لکھاں طبیب سدا دیکھو

ق قائم رہے یار جانی میرا جس یار دے عشق دی اگ بلیوں
لڑ یار دا مول نہ چھوڑ سیاں جی نوڑے طعنے دیوے سارا جگ بلیوں
درد ہورا آ یا دارو ہور کیتم زخم نہ ماگیا رگ رگ بلیوں
بنان لکھ خیرات شیرنی دیواں مولوی یار ملے گل لگ بلیوں

ک کیچ دے پنج ملیں لٹ لئی دل وچ بیٹھی تہہ اونہاں دے
اجن چیت بلوچ دی سانگ لگی انہاں سیلیاں میڈیاں چھوڑ یاں توں دے
سیجے عشق دے گھر نروار نہیں دہواں دھار دس گم لوٹیاں دے
مولوی مار کے جان حیران کیتی تینوں کھور بیٹھی وچ جھوٹیاں دے

گ گملی ہویاں سوہنے یار پچھے ملاں ویکھنس نماز پڑھا نو نکے نی
دین مذہب نہیں انہاں عاشقاں دا تسبیح توڑ جھنجھو گل پا نو نکے نی

عاشق سجدہ کردے سوہنے یار آگے لوگ لکے لوں سلیس لواوندے نی
مولوی وارے دیکھاں انہاں عاشقاں توں جھڑے کفر وچوں شوہ پاوندے نی
لگی کہیاں کتاباں لکھیاں نی بھٹھے یار دا حرف لکھیوے ناہیں
اوہ نتر پرہیں کسے کم دی جی نہیں عین شین قاف سینیوے ناہیں
ملاں درس پڑھاوندے تھک پئے ہکو یار دا لفظ پڑھیوے ناہیں
مولوی یار کاغذ مس ویٹ جلدی ایسی قلم لوں چاسٹرلوی ناہیں
لگی لاکے پیت نہ تورسی جی اپنا شرط ہے عشق کماونے دی
اگے یار دے جان قربان کیجئے اوتھاں جانہ جیو چڑاونے دی
جنھاں چاٹ پریم دی لگ گئی، اونہاں شوق نہ تیوے کھاونے دی
غوث پاک دا عشق کماں مولوی جیون کر شرط ہے عشق کماوندے دی
لگی لگی کالی ڈاڈھی درداں والی دکھاں یار دیاں مار کے چور کیتا
میں تاں ہوری روٹی پیار یاں جانیاں دی سینہ کپ کلیجہ طعام کیتا
اساں نیتی نماز پریم والی مکھ یار دا چا امام کیتا
مولوی یار جانی تساں خوش رہو اساں زہر گھول کے جام پیتا
لگی لائی پریت سی سکھ کارن جاتا سب مراداں پنیاں نی
خوشی نال مہندی ہتھ لال رتے انے سومیاں ساویاں چنیاں نی
سکھی لاہیاں گھر ماپیوے سیال نال نہ کدے وچھنیاں نی
مولوی سخت پئے آکے درخت میتوں اج رت دی ہنجوں رنیاں نی
مرتبہ عشق دا بہت اعلیٰ، عشق دوناں جہاناں دی ذات آہی
نبی دا نور ظہور کیتا جدوں عشقے سندی ملاقات آہی
عشق مذہب اہا خاصاں عاشقاں دا جدوں دینہ اہا تے نہ رات آہی

مولوی یار جانی عشق روشن آیا ہور کجھ نہ ایا ہکا قرابت آہی

ٹ بنہ لایا خوشی دے دیکھنے نوں ہنجھوں جی پیا وچ جھوریاں دے
اوچی کوک کوکاں سارا لوک سے کہیا واہ پیا نال ڈوریاں دے
کنڈ دے بیٹھے مڑ بھالن نہیں سوہنے بولدے نال ہوریاں دے
مولوی یار جانی ہیں کھڑی کیجئے کدیں نیہ نہ پکدے نال زوریاں دے

ثٹ نام تساڈا ہیں منگ لیا اساں ہور کی کٹھیا وٹیائی
ہک نام تساڈرے واسطے ماہی اساں خویش قبیلہ سٹیائی
ماپیو دیر ڈراونیاں دے رہے میرا جی پچھوہاں نہ ہٹیائی
مولوی یار دادامن میں کینویں چھوڑاں میرا دوہاں جہاناں دا کھٹیائی

ثٹ نظر نہ آوندا یار میڈوں کل گلیاں موراں ہور رہیاں
دھوتیاں داغ نہ لہندا یار والا گھت کہار صابون میں دھور ہیاں
میری کوک نہ سندا رب ڈاڈھا ددہیں چشماں نمانیاں رد رہیاں
مولوی یار جیاتی لڈ چلے بوہا پکڑ حیران کھلو رہیاں

ڈ دسدے ملک جہان وچوں پیا عشق اساڈے خیال میاں
جہیڑی عشق اساڈے نال کیتی شالا کرے معشوق دے نال میاں
ایہا عشق لگے تن معشوقاں دے نوں گھتی کھلے رہن حال حال میاں
مولوی یار دی گولی میں تورڑدی ہاں شالا کرے نصیب وصال میاں

وٹ وداع کردسیاں نال میرے اساں مڑی جاندے اکل میاں
اس ساد دا کجھ وساہ نہیں دنیا والی تان کوڑ می سبھے گل میاں
لمیا واٹاں تے پینڈے ذورا ہڈ رکنی ساڈیاں کون ولیسی غزال میاں
مولوی یار جانی ول امداسو ہویا قسمت لئی بیٹھی جھٹ پل رہیاں

ڈ۳ وکاریاں تیرے نام پچھے کوئی بھیج وکیل تے گھن ملیوں
ماپیو لکھاں طبیباں دے ڈھورے کس سی نہ کیتا ایہ جن ملیوں
رل مل سیاں میں توں تچھ ربیاں کیہاں سول دا اہنا کیہا دِلاں ملیوں
مولوی آکہ دیکھاں عشق جھکڑ کیہا جھیڑا ایہا ئی دتے راتیں فن ملیوں

ڈ۴ دواٹ نہ پچھیا آکے وے آپے لا کے اکھیں پھیریاں نی
کملے کس ہوئے دہولے دیس میرے واٹاں نت پوچھیندڑی تیریاں نی
جھیڑا ہجر تیرے میرا حال کیتا گلاں پچھ سیاں کول میریاں نی
مولوی یار میاں تیرے عشق پچھے مینوں تہمتاں ہور تیریاں نی

ھ۱۴ ہدایت ہووے جنہیں دے رب دی جی اوتاں دہاں جہاناں وچ وسدے نی
انہاں درود وظیفہ ہے اللہ اللہ او گناہ کبیرہ کٹیں بٹ دے نی
راتیں جاگن بہنادمیں روزہ رکھن بیٹھے نری دی گوہری کت دے نی
مولوی عرض کرے رب پاک اگے میرے عیب چھپاویں تاں چھپدے نی

ھ۲ ہارسنگانہ نہ لائے اُچے بیل تے بلیگھیاں وچ پلیاں
بکن پہنیکھدیاں بکن پھینگ گیاں جھوٹ دیندیاں وارد وارسیاں
بکن چڑیاں نال اولاد بانھے دے الا ہال تنددڑ کے منہ دے بہار پیاں
مولوی یار جانی بیٹھن سوئی چڑیاں جھیڑیاں صحیح سلامت پار گیاں

ی۱۴ یار آگے نت عرض کراں بیتوں چھوڑ نہ مول اکلڑی جی
سیج سنی توں سوون نہ دیوے مینوں ظالم برہوں دی بہادر اولڑی جی
تخت کھیڑیاں دے توں چاپھوک لاواں میں تاں راجھن چاکدی گولڑی جی
مولوی سکھ نوں دکھ ملاد ندا ہے نہیں یار دی سیج سوکھلڑی جی

نوٹ: باقی ابیات صفحہ "۱۱۲" پر ملاحظہ فرمایئے۔